اِنَّ الفَضلَ بِیَدِ اللہِ یُؤتِیہِ مَن یَّشَآءُ ٭ عَسٰی اَن یَّبعَثَکَ

رجسٹرڈ ایل نمبر

THE AL FAZL QADIAN

اخبار الفضل قادیان

ہفتہ میں دوبار

ایڈیٹر غلام نبی

فی پرچہ ۱ر

نمبر ۳۹ مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۲۸ء یوم سہ شنبہ مطابق ۲۹ جمادی الاول ۱۳۴۷ھ

جلد ۱۶

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت خدا کے فضل سے اچھی ہے۔ حضور نمازیں خود پڑھاتے ہیں۔ ۹ر نومبر خطبہ جمعہ میں حضور نے الٰہی سلسلہ کی مخالفت ہونے کا راز بتایا۔ اور جماعت کو صبر اور استقلال سے کام لینے کی تاکید فرمائی ؛

۱۰ر نومبر جناب صوفی غلام محمد صاحب بی۔ اے سابق مبلغ ماریشس کی لڑکی کے رخصتانہ کی تقریب پر حضرت خلیفۃ المسیح ان کے گھر تشریف لے گئے۔ جہاں اور بھی بہت سے اصحاب مدعو تھے ؛

۱۰ر نومبر بعد نماز عصر ایک عام جلسہ لوکل انجمن احمدیہ کے زیر انتظام کھلے میدان میں منعقد ہوا۔ جس میں نہرو رپوٹ کے خلاف بہت سے اصحاب نے تقریریں کیں۔ اور ریزولیوشن پاس کئے گئے۔ مفصل روئداد آئندہ درج کی جائے گی۔ لوکل انجمنوں کو ایسے جلسوں کے متعلق اس سے بہتر اہتمام کرنا چاہیئے ؛

احمدی خواتین کیلئے قربانی اور ایثار کا موقعہ

احمدیہ مشن لنڈن کو خواتین کی امداد کی ضرورت

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ خواتین میں مذہب کے متعلق بیداری اور جوش پیدا کرنے کے لئے جو مساعی فرماتے رہتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں حضور نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ لنڈن مشن کے کام میں چونکہ روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اس لئے کارکنوں میں بھی اضافہ کی ضرورت ہے۔ اس اضافہ کا خرچ خواتین ادا کریں۔ جس کا اندازہ ایک سال کے لئے نو ہزار روپیہ کیا گیا ہے ؛

اس کے لئے حضور نے یہ شرط لگا دی ہے۔ کہ خواتین یہ چندہ اپنے پاس سے دیں۔ خواہ نقدی کی صورت میں خواہ زیور کی صورت میں۔ اور مردوں سے ہرگز اس چندہ کے لئے کچھ طلب نہ کریں۔ اگر ان کے پاس کم رقم ہے۔ تو اس سے شرمائیں نہیں کہ اللہ تعالیٰ دلوں کو دیکھتا ہے۔ نہ کہ رقموں کو۔ وہ اخلاص سے کام کریں ؛

پس خواتین کو چاہیئے۔ جہاں تک جلدی ہو سکے حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تعمیل کر کے ثواب دارین حاصل کریں ہمیں معلوم ہوا ہے۔ کہ بعض جگہ مستورات نے اس غرض کیلئے جلسے منعقد کئے ہیں۔ اور فراہمی چندہ کی کوشش کر رہی ہیں۔ دوسرے مقامات پر بھی ایسے جلسے منعقد کرنے چاہئیں۔ اور ان کی روئداد سے الفضل کو اطلاع دیجائے۔

مولٰنا "ظفر علی کی عبرتناک حالت

خدا کو منظور یہ تھا۔ کہ وہ مسلمانوں پر اس راز کو منکشف کردے کہ ظفر علی خاں کی جس جدوجہد کو مسلمان خالصۃً لوجہ اللہ سمجھتے تھے۔ وہ فی الحقیقت جنگ زرگری تھی۔ جس کا ناپاک مقصد جلب منفعت اور حصول تفوق تھا۔ یہ مشیت ایزدی پوری ہو کر رہی۔ اور آج اگر ظفر علی خاں کی غداری۔ شرارت۔ ملت فروشی۔ عہد شکنی اور مفاد اسلام سے تغافل کی داستان لکھی جائے۔ تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا ظفر علی خاں کا یہ تنزل ایسا نہیں جس پر کوئی انجام بین مسلمان بغلیں بجا سکے۔ بلکہ یہ ہر صاحب بصارت و بصیرت کے لئے صد ہزار عبرت کا حامل ہے۔ وہ شخص جو محبوب انام تھا۔ آج اس قدر ذلیل و خوار ہو رہا ہے۔ کہ اس سے زیادہ ذلیل انسان کا قومی و دینی کارکنوں کی فہرست میں نشان تک نہیں ملتا۔ وہ شخص جو عام جلسوں کی رونق کا باعث تھا۔ آج عام جلسوں میں کھڑا ہونے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اور اگر کہیں غلطی سے استادہ ہو جائے۔ تو نہ صرف ذلیل و رسوا ہوتا بلکہ فی الحقیقت پٹ جاتا ہے۔ اس کے جلسے درہم برہم ہو جاتے ہیں۔ اور اس کی وجہ سے اس کے ساتھی بھی عامۃ المسلمین کی لعنت و ملامت کا اور طعن و تشنیع کا شکار رہتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

مولوی ظفر علی خاں صاحب سب سے پہلے کراچی میں پٹے پھر سیالکوٹ میں ان کی تذلیل ہوئی۔ اس کے بعد جموں سے خوار ہو کر بکٹٹ بھاگے۔ پھر لاہور میں سعودی تضیہ کے زمانہ میں ان کو ناگفتہ و ناشنیدہ گالیاں ملیں۔ زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ کہ لاہور میں تین عام جلسوں میں ان کو طعن و تشنیع اور ان کی وجہ سے سید عطاء اللہ شاہ جیسے محبوب انام مقررین کو لوگوں کے طعنہ کا شکار ہونا پڑا۔ یہ سیالکوٹ گئے اور ذلیل ہو کر آئے۔ لیکن انہوں نے دنیا کے سامنے اپنی کامیابی کا راگ گایا۔ لیکن آخر دہلی میں جا کر یہ بھانڈا پھوٹ گیا۔ جامع مسجد میں ان کے مسخ چہرہ پر جیپٹ پڑی۔ اور ایک جلسہ عام ان کی وجہ سے برباد ہو گیا۔ اس لئے کہ انہوں نے پرلے درجہ کی حماقت سے کام لے کر مسلمانان دہلی کو زمانہ جہالت کے کفار مکہ سے تشبیہ دی۔ استغفر اللہ

(ریاست ۱۷ اکتوبر ۱۹۲۸ء)

مسلمانوں کے موجودہ لیڈر اور پیشوا

ہمارے موجودہ لیڈر اور پیشوا اپنی عزت کے ایوان کو اونچے سے اونچا دیکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن ایثار و قربانی کا کوئی نمونہ پیش نہیں کرنا چاہتے۔ پبلک سے زبردستی وقار حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اس کا استحقاق نہیں پیدا کرتے۔ قومی دولت کی تھیلیاں مختلف بہانوں سے اپنے قبضہ میں صرف اس لئے کر لینا چاہتے ہیں۔ کہ داد عیش دیں۔ اور قیامت یہ ہے کہ اس کے معاوضہ میں لفاظیوں کے چند جھوٹے سکوں کے علاوہ قوم غریب کو کچھ نہیں ملتا۔ اس داد و ستد اور اس لین دین کے باوجود ہم سے اس کی خواہش ہے کہ ہماری عزت کرو۔ ہم پر نکتہ چینی نہ کرو۔ یہ ستم ظریفی نہیں تو اور کیا ہے۔

(نیرّاز ۵ اکتوبر ۱۹۲۸ء)

قرآن مجید کا ہندی ترجمہ

معزز اسلامی ہمعصر اخبار الفضل قادیان نے قرآن مجید کے ہندی ترجمہ کی نسبت ایک نوٹ شائع کیا ہے۔ جو خواجہ صاحب کے روزنامچہ کے بعض فقروں کی بناء پر لکھا گیا ہے۔ اڈیٹر صاحب الفضل کو یہ مغالطہ ہوا ہے۔ کہ یہ ترجمہ ہندوؤں سے کرایا گیا ہے اور اس واسطے اڈیٹر صاحب نے اس ترجمہ کے متعلق بے اعتمادی ظاہر کی ہے۔

لہٰذا ہم رفع غلط فہمی کے لئے یہ کہنا چاہتے ہیں۔ کہ یہ ترجمہ پانچ چھ ہندی مترجموں کی امداد سے تیار ہوا ہے۔ اور ان میں صرف ایک ہندو صاحب ہیں۔ باقی سب مترجم مسلمان ہیں۔ اور ان ہندو صاحب کو بھی ہندی زبان کے صحیح محاورات کی غرض سے مقرر کیا گیا ہے۔ وہ ہندو صاحب عربی نہیں جانتے نہ ان کو عربی متن ترجمہ کے لئے دیا جاتا ہے۔ بلکہ اردو ترجمہ کے بعض حصے ان کو ہندی ترجمہ اور محاورات کی اصلاح کے لئے دئے جاتے ہیں جن کو خود حضرت خواجہ صاحب مدظلہٗ پڑھوا کر سنتے ہیں۔ اور اصلاح کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ صاحب ہندی زبان جانتے ہیں۔ مگر ہندی حروف نہیں پڑھ سکتے۔ اس واسطے وہ تمام مترجمین کا کام خود سنتے ہیں۔ اور ایک مستند عالم کی موجودگی میں اصلاح کرتے جاتے ہیں۔ اور مترجموں میں بھی جو سب مترجموں کے ہیڈ ہیں۔ وہ ایک عالم ہیں اور دیوبند کے سند یافتہ ہیں۔ جن کا نام مولانا غلام محمد صاحب ہے۔ جو پہلے برہمن تھے۔ اور ان کا نام کیشو رام تھا۔

منادی ۲۶ اکتوبر ۱۹۲۸ء

پورانک کرشن

شریمد بھاگوت میں لکھا ہے۔ کہ گوپیاں اپنے کپڑے اتار کر جمنا میں ننگی نہانے لگیں۔ شری کرشن چندر نے ان کے کپڑے اٹھا لئے اور قدم پر چڑھ گئے۔ ساتھیوں کو ساتھ لیکر ہنسی مخول کرنے لگے۔ گوپیوں نے بار بار ہاتھ جوڑ کر کہا۔ کہ ہمارے کپڑے دیدو۔ یہ آپ ظلم کر رہے ہیں یہ نیائے نہیں ہے۔ اگر آپ نہ دیں گے۔ تو ہم راجہ کو جا کر کہہ دیں گی شری کرشن نے کہا۔ کہ مجھے راجہ کا کوئی ڈر نہیں۔ جب تک تم باہر نہ آؤگی۔ میں کپڑے نہیں دوں گا۔ وہ لاچار ہو کر

"पाणिभ्य : यो नि भाच्छा द्य :...."

اپنے دونوں ہاتھوں سے ...... ڈھانپ کر باہر آئیں۔ اور کپڑے مانگنے لگیں۔ کرشن نے کہا۔ کہ تم دونوں ہاتھ جوڑ کر سر پر رکھو۔ اور دیوتا کو نمسکار کرو۔ تب کپڑے ملیں گے۔ ورنہ نہیں۔ انہوں نے ویسا ہی کیا۔ اور کپڑے حاصل کر لئے۔ آخر میں لکھا ہے۔ کہ بھگوان نے گوپیوں سے ہنسی مخول کیا۔ اور ان کو شرمندہ کیا۔

اس پر پنڈت جی اپنے لیکچر میں فرماتے ہیں۔ کہ اس میں کوئی بری بات نہیں بھگوان نے ان کو صرف تنبیہ کرنے کے لئے کہ پانی میں ننگے نہ نہانا چاہیئے کپڑے اٹھا لئے تھے۔ اور باہر اس لئے بلایا تھا۔ کہ یہ پتہ لگ جائے۔ کہ ان کو مرد اور عورت کی تمیز کرنے کی عقل ہے۔ یا کہ نہیں۔ جب وہ باہر آگئیں۔ تو بھگوان کو یقین ہو گیا۔ کہ ان کو مرد و عورت کی تمیز نہیں ہے۔ اس لئے پانی میں ننگا نہانا ان کے لئے پاپ نہیں۔

(آریہ گزٹ ۲۹ ستمبر ۱۹۲۸ء)

سلطان دکن کی دہلی میں آمد!

دو ہفتہ سے شاہ دکن کی آمد کا دہلی میں غلغلہ مچا ہوا تھا۔ دہلی کے تمام ہندو عمائد کی طرف سے جس پر اکثر ہندو لیڈروں کے دستخط تھے بڑے بڑے پوسٹر چسپاں کئے گئے تھے۔ اور مسلمان عمائد کی طرف سے بھی ایک ایڈریس جس پر قریباً ہر درجہ اور ہر طبقہ کے عمائد مسلمانوں نے دستخط کئے تھے۔ شائع ہوا تھا۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس کا ایک خط ۱۲ نومبر کی شام کو آیا جس میں حسب مشورہ افسران حضور نظام جلوس اور باجوں وغیرہ کی بندش کی خواہش کی گئی تھی۔ اور ایک خاص جگہ لوگوں کے جمع ہونے کیلئے مقرر کی گئی تھی جسکا نام ڈی پوائنٹ ہے۔ اور جو ریلوے سٹیشن سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس خط کی وجہ سے تمام انتظامات میں ایک فوری تبدیلی اور تغیر کرنا پڑا۔ شاہی اسپیشل کے آنے کا وقت ۱۰ بجے کا مقرر تھا۔ اور اس کی تشہیر بھی کر دی گئی تھی۔ مگر ہندو مسلمانوں کا ہجوم شوق دید میں ایسا بیتاب تھا۔ کہ صبح ۷ بجے سے خلقت جمع ہونی شروع ہو گئی۔ اور ریلوے سٹیشن سے شاہی محل تک سڑک کے دونوں طرف آدمی ہی آدمی کھڑے تھے۔ ڈھائی میل کے فاصلہ میں سوائے آدمیوں کے اور کوئی خالی جگہ نظر نہ آتی تھی۔ دہلی میں اتنا عظیم الشان خیر مقدم آج تک کسی کا نہ ہوا تھا۔ نئی دہلی ریلوے سٹیشن پر ۲۰-۲۵ ہزار کا مجمع تھا۔ اسپیشل ٹھیک مقررہ وقت پر آگئی۔ اور ایک مخصوص پلیٹ فارم پر کھڑی کی گئی۔ جہاں سرخ بانات کے فرش کا انتظام تھا۔ اور بیگمات کیوجہ سے چاروں طرف قناطیں کھنچی ہوئی تھیں اور حضور نظام کی نوج کے پہرے تھے اس کے اندر کسی کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ صرف حضور نظام کے عہدہ دار اندر جا سکے جو ہاتھ باندھے ہوئے گردنیں جھکائے کھڑے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ان کو بھی وہاں سے ہٹا دیا گیا۔ اور ٹھیک ایک بجے حضور موٹر میں سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ موٹر نہایت

جلدی کیجئے! چھپ رہا ہے!! زیادہ سے زیادہ منگوا کر تقسیم کیجئے!!!

نہرو رپورٹ پر لاجواب ریویو

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ کا وہ باطل سوز اور حقایق پر مبنی تبصرہ جو نہرو رپورٹ پر حضور نے تحریر فرمایا تھا۔ الفضل میں احباب پڑھ چکے ہیں۔ اور اس میں جن ضروری اور اہم امور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان کی قدر و قیمت اور اہمیت سے بھی کافی واقف ہو چکے ہونگے۔ اور جان لیا ہوگا۔ کہ ان حقایق اور ضروری باتوں کو اپنی پسماندہ اور پراگندہ خیال قوم تک پہونچانا کسقدر ضروری اور اشد ضروری ہے۔ مگر چونکہ جس شکل میں (بالاقساط) یہ الفضل کے سات پرچوں میں شایع ہوا ہے۔ وہ قیمت میں گراں ہونے اور مختلف پرچوں میں منقسم ہونے کے باعث ہر ایک تک نہیں پہونچایا جا سکتا اسلئے ہم نے ضروری سمجھا۔ کہ اس تمام مضمون کو یکجائی طور پر شایع کیا جائے۔ اور قیمت بھی اتنی کم رکھی جائے کہ اسے کثرت کے ساتھ قوم کے سمجھدار طبقہ تک پہونچا سکیں۔ تاکہ مسلمان اپنے واجبی اور جائز حقوق کو سمجھیں۔ اور ان گمراہ کن چالوں سے آگاہ ہو جائیں۔ جو انھیں برباد کرنے کے لئے لکھنؤ میں سوچی گئی ہیں۔ ہمیں کامل یقین ہے۔ کہ دوست اپنے فرض کو پہچان کر جہاں تک ان سے ممکن ہوگا حضور کے ان باطل سوز دلائل اور قیمتی مشوروں پر مبنی مضمون کی مقدور بھر اشاعت کر کے عند اللہ ماجور ہونگے۔ ضخیم بڑی حجم ۱۱۲ صفحات۔ لکھائی چھپائی عمدہ۔ مگر قیمت نہایت قلیل یعنی سوا یا سوا نے۔ زیادہ خریدنے والوں کو اٹھارہ روپے سینکڑہ۔ ایک روپے کے چار نسخے۔ اور فی نسخہ ۴ر۔ احباب فرمائشیں جلد بھیجیں۔

ملنے کا پتہ:- بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان (پنجاب)

از عدالت ڈھلواں باجلاس سید عبد المجید خانصاحب علاقہ النتی بہادر علاقہ ڈھلواں راج کپور تھلہ

آتما رام ولد دیوا سنگھ۔ گلاب ولد دولا وغیرہ ذات جٹ ساکنان سیتلہ خیر آباد۔ مدعیان

بنام

آتما سنگھ ولد گلاب سنگھ ذات جٹ سکنہ ٹانیکی ضلع جالندھر مدعا علیہ

ترمیم دعویٰ دخلیابی آراضی ۱۲ کنال واقعہ رقبہ سیتلہ خیر آباد

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مدعا علیہ کو طلب کیا گیا۔ وہ عمداً حاضری عدالت ہذا سے گریز کرتا ہے۔ اس لئے بذریعہ اشتہار ہذا مدعا علیہ کو اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ اگر تاریخ مقررہ ۳ مگھر سمت ۱۹۸۵ بکرم کو حاضر عدالت ہو کر اصالتاً یا وکالتاً پیروی نہ کرے گا تو اس کے خلاف کارروائی ضابطہ عمل میں لائی جائے گی تحریر ۲ کاتک سمت ۱۹۸۵

ناظرین الفضل کیلئے خاص رعایت

اہل جرمن کی حیرت انگیز ایجاد

تین روپے کی بجائے ڈیڑھ روپیہ

جرمن گولڈ کی نہایت خوبصورت نفیس اور نازک ٹھوس چوڑیاں۔ بندے اور گلو بند اور چندن ہار ابھی ابھی تیار ہو کر آئے ہیں۔ یہ اس قدر نفیس اور خوشنما ہیں۔ کہ صرف دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ مستورات کے لئے بہترین تحفے ہیں۔ ایک روپیہ میں پانچ روپیہ کا کام نکل سکتا ہے۔ کوئی تجربہ کار سے تجربہ کار شخص شناخت نہیں کر سکتا۔ زرگر اور جوہری لوگ بھی شناخت نہیں کر سکتے۔ اگر خالص سونے کے زیورات میں ان کو ملا دیا جائے۔ تو کوئی الگ نہیں کر سکتا۔ معزز بیگمات نے اسکو پسند کیا ہے۔ چاندنی میں بہار دکھاتی ہیں۔ کہ ہاتھوں میں نور برستا ہے۔ آپ بھی اپنی خاتون کو محروم نہ رکھیے۔ قیمت چوڑی فی سٹ ۱۲ عہ۔ بندے فی جوڑا ۱۲ عہ۔ چندن ہار للعہ گلو بند فی عدد ۳ر۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔ پتہ

نظیر برادرس۔ چوڑی فروش بازار مٹیا محل دہلی۔

نو ایجاد مشین سیویاں

واضح ہو۔ کہ یہ کارخانہ مبایعین خلافت ثانیہ کا ہے۔

۱- مشین پیتل معہ چھلنی ۲- عدد سوراخ ۱-۲ قیمت ۱۲ عہ
۲- ” ” پیتل ” ” ” ” وچابی ۱۲ عہ
۳- ” ” ” ” ” ” ” ” ۶ عہ

نور الدین جلد ساز کارخانہ نو ایجاد مشین سیویاں محلہ دار العلوم قادیان

لودہانہ کا مشہور کپڑا

ہر قسم کا نفیس و خوبصورت کپڑا تیار کرنے کیلئے اپنے لودہانہ ولدیت تک مشہور ہے

لودہانہ میں ہمارا کارخانہ عمدہ اور سستا کپڑا بھیجنے کیلئے مشہور ہے۔ اگر آزمائش کریں

ملنے کا پتہ:- مینجر کارخانہ احسان اینڈ کمپنی سوداگران — لودہانہ پنجاب

فونٹین پن کی صنعت میں حیرت انگیز انقلاب

(ولایت کے نرخ پر تازہ سٹاک)

صرف تاجروں اور اکٹھا مال خریدنے والوں کیلئے

سکول ماسٹروں اور سٹیشنرز کے لئے نادر موقع

نہایت عمدہ خوبصورت اور پائدار ہر قسم کے کبھی زنگ نہ لگنے والے اور لمبے عرصہ تک صاف لکھنے کا کام دینے والے

فونٹین قلم ہماری معرفت

خرید فرمائیں۔ ایک درجن سے کم روانہ نہ ہونگے

تفصیلات کے لئے پتہ ذیل پر لکھیے

نمونہ کے لئے محصولڈاک ۲ر نقد ارسال کریں۔ فی درجن ۱۰

قاضی فضل کریم محلہ دار الرحمت قادیان (پنجاب)

ہندوستان کی خبریں

—— رائے زادہ ہنسراج پنجاب کونسل کے آئندہ سیشن میں اس مضمون کا ریزولیوشن پیش کریں گے۔ کہ جن مقامات پر لڑکیوں کے لئے پرائمری مدارس نہیں ہیں۔ وہاں ۱۰ سال کی عمر کی لڑکیوں کو ان مدرسوں میں تعلیم دی جائے۔ جو محض لڑکوں کے لئے ہیں۔

—— سری نگر۔ ۳ر نومبر۔ زینہ کدل کی آتشزدگی کے متعلق جس سے لاکھوں روپیہ کا نقصان ہو گیا تھا۔ پولیس تحقیقات کر رہی ہے۔ سُنا گیا ہے۔ کہ چند ایک ملزمان کا عدالت میں چالان کیا گیا اس سلسلہ میں بڑے بڑے آدمیوں کے نام لئے جاتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ آتش زدگی کے متعلق حیرت انگیز انکشاف بھی ہو گئے۔

—— الہ آباد ۳ر نومبر گذشتہ رات کو مقامی ایونگ کرسچین کالج کے پرنسپل ڈاکٹر سی۔ اے جنیو سُر کی ایک حادثہ سے موت واقعہ ہو گئی۔ دوپہر کے وقت آپ زینہ سے اتر رہے تھے۔ کہ زینہ کا پتھر اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ جس سے آپ گر پڑے۔ آپ کا سر ٹوٹ گیا۔ اور بعد میں مر گئے۔

—— لاہور ۵ر نومبر۔ سردار حبیب اللہ نائب صدر لیجسلیٹو کونسل پنجاب کونسل ہذا کے آئندہ اجلاس میں یہ تحریک پیش کریں گے۔ کہ فرقہ وارانہ تعلیمی درسگاہوں کو آئندہ سال سے زر امداد دینا بند کر دیا جائے کیونکہ اس سے فرقہ وارانہ سپرٹ بڑھتی ہے۔ اور یہ قومیت کے منافی ہے۔

—— مدراس ۳ر نومبر۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ مسٹر رنگا آئر نے جسے پنڈت موتی لال نہرو نے جھوٹا وغیرہ لکھا تھا۔ مسٹر جارج جوزف سے کہا ہے۔ کہ وہ پنڈت موتی لال نہرو کے خلاف مقدمہ ہتک دائر کر دے جس میں پنڈت جی سے ہرجانہ طلب کیا جائیگا۔

—— پونہ ۶ر نومبر۔ کمیٹی عمر رضامندی کے سامنے شہادت دیتے ہوئے مسٹر ہوالدار پریذیڈنٹ بار ایسوسی ایشن بیجاپور نے کہا۔ کہ میں اس بات کے حق میں نہیں ہوں۔ کہ عمر رضامندی بڑھا دی جائے۔ سمرتی میں جو کچھ درج ہے۔ میں اسے تعزیرات ہند کے برابر سمجھتا ہوں سمرتی میں جو ضوابط شادی کے لئے درج ہیں۔ انہی پر عمل کرنا چاہیئے۔

—— کلکتہ ۶ر نومبر۔ امرت بازار کے ایک پروپرائٹر اور اس کے بانی شری کمار گھوش کے سب سے بڑے لڑکے کانتی گھوش کل رات کے ۱۱½ بجے کلکتہ کی آنند چیٹرجی لین میں اپنے مکان پر فوت ہو گئے آپ گذشتہ ۲۳-۲۵ سال سے پتر کا کے منیجنگ ایڈیٹر رہے۔

—— لاہور ۶ر نومبر۔ حادثہ بم کے چند زخمی ابھی تک میو ہسپتال میں ہیں۔ ان میں سے ایک مسمی رکھی رام چل بسا ہے۔ مرنے والوں کی تعداد ۱۲ ہو گئی ہے۔

—— کانپور ۵ر نومبر۔ آل پارٹیز یو۔ پی مسلم کانفرنس نے جو قراردادیں منظور کیں۔ ان میں سے زیادہ اہم یہ ہیں۔

(۱) ا۔ مجلس وضع قوانین کی پیدا کردہ تمام مقننہ اور آزاد مجالس میں جداگانہ حلقہ ہائے انتخاب کے ذریعہ مسلمانوں کی مؤثر اور کافی نیابت۔

ب۔ صوبجاتی وزارتوں اور مرکزی مجلس منتظمہ میں مسلمانوں کا حصہ ایک تہائی سے کم نہ ہو۔

ج۔ مرکزی یا صوبجاتی مجلس مقننہ کو کوئی ایسا قانون بنانے کا حق حاصل نہ ہوگا جو مسلمانوں پر اثر انداز ہو۔ یا مسلمانوں کے شخصی حقوق کے منافی ہو۔

(۲) مسلمانوں کو اپنی زبانوں یعنی عربی فارسی کی تعلیم دینے اور اپنے تمدن کو ترویج دینے کی پوری پوری سہولتیں بہم پہونچائی جائیں۔

(۳) مسجدوں، مقبروں، خانقاہوں، اوقاف، مذبح خانوں اور دیگر مذہبی اور خیراتی اداروں کی پوری پوری نگہداشت کی جائے خواہ وہ پہلے سے موجود ہوں۔ یا بعد میں بنائے جائیں۔

(۴) مسلمانوں کو کسی ایسے کام کرنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ جو ان کے مذہبی عقیدہ یا دین کے خلاف ہو۔ اور نہ ان کی مذہبی تقریبات کی ادائیگی میں کسی قسم کی رکاوٹ۔ پیدا کی جائے۔

(۵) سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کو مؤثر اور کافی حصہ دیا جائے۔

(۶) مرکزی مجالس وضع قوانین میں مسلمانوں کی نیابت ایک تہائی سے کم نہ ہو۔

(۷) تعلیمی صنعتی۔ خیراتی۔ معاشرتی یا مذہبی اداروں کے لئے جو امدادی رقوم منظور ہوا کریں۔ ان میں سے مسلمانوں کے لئے موثر حصہ مقرر کرایا جائے۔

—— کانپور ۶ر نومبر۔ کل صبح کے اجلاس میں جب آل پارٹیز مسلم کانفرنس دہلی کے خیر مقدم کی قرارداد پر بحث ہو رہی تھی۔ مسٹر مرتضےٰ حسین عابدی نے کانفرنس کے سامنے ایک بیان پڑھ کر سنانا چاہا۔ اس بیان میں انھوں نے لکھا تھا۔ کہ یہ کانفرنس مسلمانوں کی نمائندہ کانفرنس نہیں اس میں بعض لوگ شامل کئے گئے ہیں۔ جو ہندوؤں کے مخالف ہیں۔ جونہی آپ نے بیان پڑھنا شروع کیا۔ حاضرین آوازے کسنے لگے۔ اور مطالبہ ہونے لگا۔ کہ آپ باہر چلے جائیں۔ صاحب صدر نے مقرر سے کہا۔ کہ آپ قرارداد کی حمایت یا مخالفت میں تقریر کر سکتے ہیں۔ بیان پڑھ کر نہیں سُنا سکتے۔ اس پر وہ ہال سے باہر چلے گئے۔

—— رات مجلس انتخاب مضامین میں ایک دلچسپ واقعہ ہوا۔ مولانا آزاد سبحانی نے تجویز کی۔ کہ کانفرنس کمل آزادی کی حمایت میں اپنی رائے کا اعلان کر دے۔ خان بہادر مسعود الحسن رکن کونسل مراد آبادی اور بعض دیگر حضرات نے اس تحریک پر اعتراضات کئے۔ اس پر بعض خواتین نے پردہ کے پیچھے سے لکھ کر بھیجا۔ کہ اگر مرد مکمل آزادی کے لئے کھڑے ہونے کی ہمت نہیں رکھتے۔ تو ہم عورتیں پردہ سے نکل کر اس کے حصول کی جد و جہد کرنے لگیں گی۔ اس پر بڑا جوش پھیل گیا۔ اور مخالفین کی آواز دب گئی۔

مولانا آزاد سبحانی نے حسب ذیل تحریک پیش کی۔ "آل پارٹیز یو۔ پی مسلم کانفرنس کی رائے میں مسلمانان ہند کا سیاسی مطمع نظر مکمل آزادی ہے۔" اس قرارداد پر رائیں لی گئیں۔ تو صرف مسٹر محمد شفیع مراد آبادی نے اختلاف کیا۔ قرارداد منظور ہو گئی۔

—— دہلی ۶ر نومبر۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ سر اے۔ پی راماسوامی آئر سابق مشیر قانون حکومت مدراس حکومت کے مشیر قانونی مقرر ہو گئے ہیں

—— سکھ نوجوان سبھا امرتسر نے شاہ افغانستان کی خدمت میں ایک برقی پیغام ارسال کیا ہے۔ جس میں اس امر کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ کہ سکھوں کو ٹوپی پہننے سے مستثنےٰ رکھا جائے۔ اس لئے کہ ٹوپی پہننا سکھ مذہب کے خلاف ہے۔ نیز یہ سبھا افغانستان کے سکھوں سے امید رکھتی ہے۔ کہ وہ ٹوپی پہننے پر موت کو ترجیح دینگے۔

غیر ممالک کی خبریں

—— ہانکاؤ ۵۔ نومبر۔ چینی جہاز ران کمپنی کے ایک اور جہاز کو چینی بحری ڈاکوؤں نے پکڑ لیا۔ اور اس کے افسروں پر بے رحمانہ اور سفاکانہ حملہ کرنے کے بعد اُس کو لوٹ لیا۔ اس جہاز کے پکڑنے اور لوٹنے میں جو طریقے استعمال کئے گئے ہیں۔ وہ بالکل ویسے ہی تھے۔ جیسے خلیج بیاس کے مشہور بحری ڈاکوؤں نے انکنگ کو آواخر ستمبر میں پکڑنے میں استعمال کئے تھے۔ اس وقت ان سفاکوں نے دو افسروں اور ایک چینی کوارٹر ماسٹر کو قتل اور کپتان جہاز کو زخمی کر دیا تھا۔ اور مسافروں کے ۴۰ ہزار پونڈ مالیت کا نقد و مال لوٹ لے گئے تھے۔

—— لنڈن ۳ر نومبر۔ آج ملک معظم نے سر فریڈرک سائیکز کو شرف باریابی بخشا۔ سر موصوف نے اپنے گورنر بمبئی مقرر ہونے پر ملک معظم کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔

—— لنڈن ۵۔ نومبر۔ ہل میں خبر موصول ہوئی ہے۔ کہ ایک تیل کی ٹنکی والا جہاز دوان کو ور کو جا رہا تھا۔ کہ اس میں ایک دردناک حادثہ رونما ہوا۔ جس سے کوئلہ ڈالنے والے آٹھ آدمی جلتے تیل میں پھنس گئے تیل کا ایک نل پھوٹ گیا۔ اور اس کو آگ لگ گئی۔ یہ لوگ بڑی غیر محفوظ حالت میں مبتلا ہو گئے۔ انھوں نے بالکر کے نیچے پناہ لی۔ اور تین گھنٹے تیل والے پانی میں پڑے رہے۔ آگ کے شعلے ان کے سر کے اوپر جولانیاں دکھا رہے تھے۔ جبکہ لوگ اس طرح موت کے پنجہ میں گرفتار تھے۔ تو ویلز کے ایک باشندہ نے قومی ترانہ گانا شروع کیا۔ تاکہ اس کے ہمراہیوں کی افسردگی دُور ہو۔ جہاز کے تختے گرم تر ہونے لگے۔ اور جس پانی میں وہ لیٹے ہوئے تھے۔ ابلنے کے قریب تھا۔ وہ بالکل مایوس ہو چکے تھے۔ کہ بھاپ کی سب بڑی نالی چھٹ گئی۔ اور اس بھاپ نے شعلوں کو ٹھنڈا کر دیا۔

—— پیکن ۳ر نومبر۔ پیکن کا دفتر تحفظ عامہ بیان کرتا ہے۔ کہ پیکن میں ۲ لاکھ ۵۶ ہزار باشندے بالکل تباہ حال ہیں۔ اور ان میں سے ایک لاکھ ۶۴ ہزار کی حالت بہت نازک ہے۔ یہ بلا پیکن سے نانکن حکومت منتقل کرنے سے نازل ہوئی ہے۔

—— ریگا۔ ۵ر نومبر۔ انٹی گوڈ سوسائٹی (خدا کو نہ ماننے والی) کی انجمن پر سوویٹ ٹریڈز یونینز کی مرکزی کونسل نے سوویٹ کی سب شاخوں کو حکم دیا ہے۔ کہ ممبران مذہبی معاملات و روایات میں کوئی نمایاں حصہ نہ لیں۔ خلاف ورزی حکم پر ان کا اخراج کر دیا جائیگا۔

—— کیٹینیا ۶۔ نومبر۔ کوہ اٹنا سے پہلے دھواں اٹھا۔ اس کے بعد ہولناک آوازیں اٹھنے لگیں۔ جو لحظہ بلحظہ زیادہ خوفناک صورت اختیار کرتی گئیں۔ لاوے کی چند چھوٹی چھوٹی ندیاں آنے لگیں۔ اور بڑے نالے میں گر کر سمندر میں داخل ہو گئیں۔ اس وقت تک صرف موضع سان الفیو پر اس کا اثر ہوا ہے۔ لوگ گھروں کو چھوڑ کر نکل گئے ہیں۔ لاوا کی ندیاں ۱۰۰ فٹ فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتی تھیں۔ لوگ بڑی سرعت سے مکان خالی کر رہے ہیں۔

امرتسر میں آریہ سماج کے ساتھ کامیاب مباحثہ

انجمن احمدیہ امرتسر نے مقامی آریہ سماج کی دعوت پر ۳۱ر اکتوبر و یکم نومبر ۱۹۲۸ء کو آریہ سماج مندر واقعہ لوہگڑھ میں "کیا وید ایشور کا گیان ہے" اور "کیا قرآن شریف خدا تعالےٰ کا کلام ہے" ان ہر دو مضامین پر کامیاب مباحثہ کیا۔

آریہ سماج کی طرف سے پنڈت دھرم بھکشو مشہور مناظر تھے۔ اور جماعت احمدیہ کی طرف سے پہلے مضمون کے دن مہاشہ محمد عمر صاحب اور دوسرے مضمون کے دن مولوی علی محمد صاحب مولوی فاضل اجمیری مناظر تھے۔ ہر دو اصحاب نے نہایت عمدگی سے مضمون زیر بحث پر تقریریں کیں۔ اور اعتراضات کے جواب دیئے۔ جن سے امرتسر کی پبلک کا ایک کثیر مجمع بہت متأثر ہوا۔ اور جماعت احمدیہ کے کامیاب مناظرین کو مبارک باد دی ؛

۷ر نومبر کو مہاشہ شانتی سروپ کی تقریر ہوئی۔ جو محض اسلام اور قرآن شریف پر اعتراضات پر مشتمل تھی۔ اس پر سوالات کا موقع دیا گیا۔ اور جناب مولانا غلام رسول صاحب راجیکی نے نہایت عمدگی سے تمام ان اعتراضات کا جواب دیا۔ جو مہاشہ شانتی سروپ کی کم فہمی اور قرآن شریف کی سپرٹ سے ناواقفیت اور عربی زبان سے محض نا آشنائی کی وجہ سے ان کے دل میں پیدا ہوتے تھے ان جوابات کو سن کر مسلمان پبلک اور معقول پسند ہندو طبقہ بہت متأثر ہوا اور مولوی صاحب کو ان کی اس خدمت اسلام پر مبارک باد دی ؛

خاکسار :- ڈاکٹر محمد منیر از امرتسر

سلطان دکن کی دہلی میں تشریف آوری

پر
حضرت امام جماعت احمدیہ کی طرف سے خیر مقدم کا تار

تاجدار دکن حضور نظام کے دہلی تشریف لانے پر حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ کی طرف سے ناظر امور خارجیہ جماعت احمدیہ نے خیر مقدم کا حسب ذیل تار ارسال کیا ؛

"حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ امام جماعت احمدیہ حضور والا کو دہلی رونق افروز ہونے پر خوش آمدید کہتے ہیں"

قصبہ باڑی بچیاں میں مباحثہ

ایک غیر احمدی مولوی محمد امین صاحب واعظ نے ہمارے گاؤں میں احمدیت کے خلاف وعظ کیا۔ اور لوگوں کو یہ دھوکہ دیا کہ نعوذ باللہ حضرت مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ کو یوسف نجار کا بیٹا قرار دیا ہے۔ اور بن باپ نہیں مانا۔ جس کی اس نے اسی کے متعلق ۶ر نومبر کو مباحثہ مقرر کر لیا۔ ہماری طرف سے مولوی ظہور حسین صاحب مولوی فاضل اور مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری مولوی فاضل مباحثہ کے لئے پہونچ گئے۔ پہلے تو واعظ صاحب نے بحث سے ہی انکار کر دیا لیکن آخر کار ان کو مجبوراً مباحثہ کرنا پڑا۔ دو گھنٹے مناظرہ ہوتا رہا

تھا۔ واعظ صاحب نے مغالطہ آمیز طریق پر دو ایک حوالے پیش کئے جن کا جواب مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری نے دیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صاف الفاظ "مثلاً خلق عیسیٰ من غیر اب بالقدرة المجردة" (مواہب الرحمٰن) پیش کئے۔ یعنی مسیح بغیر باپ کے قدرت الٰہی سے پیدا ہوئے تھے واعظ صاحب سے کوئی جواب بن نہ پڑا۔ وہ پہلو تہی کا طریقہ سوچ رہے تھے۔ اور ادھر اُدھر کی باتوں میں وقت ٹال رہے تھے۔ کہ قریباً پون گھنٹہ مباحثہ کے بعد صاحب صدر نے ان کو مضمون کے اندر رہنے کی ہدایت کی۔ بس پھر کیا تھا۔ انہوں نے کہا۔ اب میں مباحثہ نہیں کرتا۔ یہ دوسرے صاحب کیوں بولے ہیں۔ بہت سمجھایا گیا۔ مگر انہوں نے نہ سمجھنا تھا نہ سمجھے۔ بلکہ اپنے ساتھیوں کو لے کر میدان مباحثہ سے بھاگ گئے۔ جس سے سمجھدار پبلک پر اچھا اثر ہوا ؛

نامہ نگار

لائل پور میں مسلمانوں کا عظیم الشان جلسہ

مخلوطیوں کو شکست فاش

۳ر نومبر کی رات کو ۸ بجے زیر صدارت جناب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر "فاروق" مسلمانوں کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ شروع میں صاحب صدر نے نہرو رپورٹ کی خامیوں کو ایک مدلل اور مبسوط لیکچر کے ذریعہ واضح کیا۔ بعد ازاں جناب میاں عبدالمجید صاحب بیرسٹرایٹ لاء لائل پوری نے اعداد و شمار پیش کر کے لائل پور کی مثالوں سے یہ امر واضح کیا۔ کہ مخلوط انتخاب مسلمانوں کے لئے سخت مضر ہے۔ اور پھر ذیل کا ریزولیوشن پیش کیا۔

"مسلمانان لائل پور کا یہ عظیم الشان جلسہ نہرو رپورٹ کو مسلمانوں کے مفاد کے سخت خلاف سمجھتا ہے۔ اور اس کے خلاف پرزور آواز بلند کرتا ہے۔ مزید براں یہ جلسہ قرار دیتا ہے۔ کہ آل پارٹیز مسلم کانفرنس کا انعقاد نہایت ضروری ہے۔ اور اس کانفرنس کا فیصلہ مسلمانوں کا صحیح فیصلہ ہوگا"

مولوی محمد نذیر صاحب مولوی فاضل و منشی فاضل نے پرزور الفاظ میں ریزولیوشن کی تائید کی اور ثابت کیا۔ کہ نہرو رپورٹ ہندوستان کو زیر سایہ برطانیہ ہندو راج دلاتی ہے۔ اس کے بعد اللہ اکبر کے فلک بوس و زہرہ شگاف نعروں میں تمام مسلم پبلک نے قرارداد کو متفقہ طور پر منظور کیا۔

جلسہ ختم ہوتے پر چند خلافتیوں نے ہندوؤں کے ایک جرگہ کو ساتھ لے کر برپا کر دیا۔ حکیم نور الدین صاحب خلافتی نے بانیان جلسہ کو گندی سے گندی گالیاں دے کر اپنی فطرت کا مظاہرہ کیا۔ مسلمانوں نے بھی بلند آواز سے کہہ دیا تم ہندوؤں کے غلام ہو جاؤ جا کر شربت کی دکان کرو۔ اب ہم پر تمہاری حقیقت کھل چکی ہے۔ جلسہ کے بعد تمام مسلمان منتشر ہو گئے۔ اور حکیم نور دین صاحب ہندوؤں کے جرگہ میں کھڑے ہو کر گالی گلوچ کے ذریعہ اپنی فطرت کا مظاہرہ کرتے رہے۔ اور ہندوؤں کو ہنساتے رہے ؛

عصمت اللہ خاں وکیل لائل پور

نہرو رپورٹ کے خلاف
مسلمانان سٹروعہ کا جلسہ

مسلم باشندگان سٹروعہ کا ایک غیر معمولی اجلاس ۴ر نومبر ۱۹۲۸ء کو زیر صدارت چوہدری عبدالرحمٰن خاں صاحب منعقد ہوا۔ حاضرین میں سے چوہدری عدالت خاں صاحب نے نہرو رپورٹ کے تفصیلی حالات اور اس سے مسلمانوں کو جس نقصان عظیم کا اندیشہ ہے وہ حاضرین پر واضح کیا۔ ازاں بعد صاحب صدر کی اجازت سے مولوی بابو خاں صاحب نے اس رپورٹ کی خامیوں پر تقریر کی۔ ازاں بعد باتفاق رائے پاس ہوا۔

۱۔ ہم مسلم باشندگان سٹروعہ نہرو رپورٹ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔

۲۔ ہمارے حقوق کی حفاظت کیلئے ضروری ہے کہ ہمیں آبادی کے لحاظ سے حقوق دیئے جائیں ؛

۳۔ اس جلسہ کی کارروائی ایڈیٹر صاحب الفضل کو اور سائمن کمیشن کو بذریعہ تار ارسال کی جائے ؛

سکرٹری جلسہ محمد علی
پریذیڈنٹ جلسہ عبدالرحمٰن
۹ر نومبر ۱۹۲۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

نمبر ۳۹ ‖ قادیان دارالامان مورخہ ۱۳ - نومبر ۱۹۲۸ء ‖ جلد ۱۶

گاندھی جی کا عروج و زوال

تھوڑا ہی عرصہ گذرا - جبکہ گاندھی جی کو نہ صرف موجودہ زمانہ کا سیاسی اور مذہبی لحاظ سے سب سے بڑا انسان قرار دیا جاتا تھا - بلکہ نہایت خیرہ چشمی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے برتر بتایا جاتا تھا - اس وقت مسلمانوں کے ایک اسلام باختہ طبقہ پر بھی گاندھی جی کی شخصیت کا اتنا اثر تھا - کہ وُہ انھیں نہ صرف اپنا سیاسی راہنما تسلیم کرتا اور اپنے سیاہ وسفید کا مالک قرار دیتا تھا - بلکہ یہاں تک بھی کہتا تھا - کہ زمانہ حال میں گاندھی جی بلحاظ روحانیت سب سے بڑھے ہوئے ہیں - اور تمام دنیا میں ان کے پایہ کا کوئی انسان نہیں ؛

یہ دن گاندھی جی کے انتہائی عروج کے دن تھے - اور گاندھی جی کے پیرووں کو اتنا اعتماد تھا - کہ وُہ گاندھی جی کے وجود کو اپنے دھرم کی صداقت کی بہت بڑی دلیل قرار دینے لگ گئے تھے - چنانچہ اس ذریعہ سے اونھوں نے بہت سے جاہل اور نادان مسلمانوں کو مرتد بھی کر لیا - اس وقت ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا - کہ گاندھی جی کو اسی دنیا میں زوال اور عبرتناک زوال کا نظارہ بھی دیکھنا پڑے گا - اور ان کی تمام نمائشی شان وشوکت پرکاہ کی طرح اڑ جائے گی لیکن آخر وہی ہوا جو ہونا لازمی تھا ؛

چونکہ ہمیں اس انتہائی عروج میں ہی زوال کے آثار نظر آ رہے تھے - اور ہم اسلام کی روشنی میں یہ سب کچھ اس وقت دیکھ رہے تھے - جب گاندھی جی کی نت نئی جلوہ فرمائیوں سے مسلمان کہلانے والے اور مسلمانوں کی سیاسی اور مذہبی لیڈری کا دعوے رکھنے والوں کی آنکھیں چندھیا رہی تھیں - اس لئے ہم نے بارہا اس پہلو کو نمایاں کیا - اور بتایا - ٹھہرو اور انتظار کرو - پھر دیکھنا پردہ غیب سے کیا ظہور پذیر ہوتا ہے - مگر سوائے خاص الخاص انسانوں کے کوئی یہ بات سننے کے لئے تیار نہ تھا - یہی وجہ تھی - کہ اس وقت ہمارے اس قسم کے اشارات بہت لوگوں کو سخت ناگوار گذرتے تھے - لیکن اب کسی کو ان کی صداقت سے انکار کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں ہے - اور حقیقت تو یہ ہے - کہ غیرت خداوندی نے اس سے بہت کم عرصہ میں جو ہمارے خیال میں تھا - گاندھی جی کے بنا بت کو پاش پاش کر دیا - جسے بانی اسلام علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی ذات اقدس کے مقابلہ میں پیش کیا جاتا تھا - اور اس سے بہت زیادہ چکنا چور کر دیا - جو ہمارے تصور میں تھا ؛

سیاسیات میں ناکامی پر ناکامی نے نہ صرف ان کے پیرووں کو دل شکستہ بنا دیا - بلکہ خود گاندھی جی کو بھی از کار رفتہ کر دیا - اور پردوہی کی شکست اور پسپائی کے بعد آپ کے قدم ایسے اکھڑے - کہ سوائے رگاندھی آشرم" کے کہیں نہ ٹھہرے - انھوں نے اپنی لیڈری کو قائم و برقرار رکھنے کے لئے ہزاروں جتن کئے - فاقے کاٹے - اعلان پر اعلان کئے - لیکن کچھ پیش نہ گئی - اور آخر انھیں سیاسیات سے کلیتہً علیحدگی اختیار کرنے اور لیڈری سے دست بردار ہونے کے سوا چارہ نہ رہا - اپنی سیاسی لیڈری کا اپنے ہاتھوں خاتمہ کر دینے کے بعد انھیں اپنی مہاتمائیت کی خیر منانے کی سوجھی - جس کے لئے وہ اپنے آشرم کے کاروبار میں مصروف ہو گئے - لیکن قدرت خداوندی نے یہ بھی گوارا نہ کیا - اور اُن کے زوال کو تکمیل تک پہونچانے کے لئے ان کی اس حیثیت کو بھی ملیامیٹ کر دینے کے سامان مہیا کر دئے ؛

گاندھی جی نے گائے کی حفاظت کا سب سے بڑا علم بردار بنکر ہندوؤں میں اپنے اثر اور رسوخ کو قائم رکھنا چاہا - لیکن ایک بیمار بچھڑے کو زہر دے کر مروا ڈالنے کی پاداش میں ساری ہندو دُنیا اُن کے خلاف اُٹھ کھڑی ہوئی ہے - اور ہندوؤں نے کھلے جلسوں میں اعلان کر دیا ہے - کہ گاندھی جی "مہاتما" کہلانے کے مستحق نہیں ہیں - اس طرح اُن کی مہاتمائیت کا بھی خاتمہ ہو گیا - اب لے دے کر اُن کے قبضہ میں ستیاگرہ آشرم باقی رہ گیا تھا - جس میں داخل ہونے والوں کے لئے سب سے بڑی شرط یہ تھی - کہ وُہ غیر شادی شدہ ہوں - اور ہمیشہ مجردانہ زندگی بسر کریں اس کے ساتھ ہی ان کے خورد و نوش پر بھی کڑی پابندیاں عائد کی گئی تھیں - لیکن گاندھی جی کو یہ سب کچھ ترک کر دینا پڑا ہے - حتےٰ کہ "ستیاگرہ آشرم" کا نام بھی بدل کر "انڈسٹریل ہوم" رکھ دیا گیا ہے ؛

ان واقعات سے گاندھی جی کے عروج و زوال کا عبرتناک نقشہ آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے - اور معلوم ہو سکتا ہے - کہ دنیا تھوڑے عرصہ کے لئے تو کسی کی مصنوعی اور بناوٹی شخصیت کے رُعب میں آ سکتی ہے - لیکن ہمیشہ کے لئے اس کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا نہیں رہ سکتی ؛

گاندھی جی کا اگر اسی دنیا میں یہ انجام نہ ہوتا - تو سینکڑوں اور ہزاروں لوگ اس گمراہی میں پڑے رہتے - کہ گاندھی جی کو غیر معمولی روحانیت اور فوق العادت طاقت حاصل تھی - لیکن خدا تعالےٰ کو کب منظور تھا - کہ اس کی مخلوق طمع کو حقیقت سمجھ کر ضلالت کا شکار ہو - اس لئے اس نے ایسے سامان پیدا کر دئے کہ اصلیت ظاہر ہو گئی - اور دنیا کے لئے اس بات کا فیصلہ کرنے میں آسانی پیدا ہو گئی - کہ خدا تعالےٰ کے مامور اور لوگوں کے بنائے ہوئے مہاتماؤں میں کیا امتیاز ہوتا ہے - خدا تعالےٰ کے ماموروں کا ابتدائی زمانہ مشکلات اور مصائب سے گھرا ہوتا ہے - قدم قدم پر انھیں رکاوٹیں پیش آتی ہیں - ساری دنیا اُن کی مخالف ہوتی ہے اور انھیں کچل ڈالنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا - لیکن ساری دنیا کی مخالفت اُن کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی - بلکہ وہ روز بروز طاقت اور قوت عزت اور رسوخ حاصل کرتے جاتے ہیں حتےٰ کہ سارے مخالفین کو اُن کے سامنے اپنے عجز کا اعتراف کرنا پڑتا ہے ؛

یہ نظارہ اس زمانہ میں بانی سلسلہ احمدیہ کی ذات میں دیکھا جا سکتا ہے - اگر آپ کی ابتدائی زندگی سے لے کر اس وقت تک کے حالات اور واقعات پر نظر کی جائے - تو کوئی حق پسند اور صداقت شعار آپ کے مامور من اللہ ہونے کا انکار نہیں کر سکتا ؛

تاجدار دکن کا خیر مقدم

لفٹنٹ جنرل ہز اگزالٹڈ ہائی نس آصف جاہ مظفر الملک والممالک اعلےٰ حضرت سر میر عثمان علی خان فتح جنگ بہادر جی سی - ایس - آئی - جی - بی آصف جاہ ہفتم کے باشان و شوکت شاہانہ ۷؍ نومبر دہلی میں قدم رنجہ فرمانے پر ہم تمام جماعت احمدیہ کی طرف سے تہ دل اور صمیم قلب سے خیر مقدم کرتے ہیں - اور دہلی کے ہندو مسلمان باشندوں نے جس تپاک اور گرمجوشی سے آپ کی شان کے شایان استقبال کیا ہے - اس پر انھیں مبارکباد کہتے ہیں ؛

اعلیٰ حضرت نے گیارہ بجے دن کے نئی دہلی ریلوے سٹیشن کے ایک مخصوص پلیٹ فارم پر جہاں سُرخ بانات کا فرش تھا نزول اجلال فرمایا - بیگمات کے ساتھ ہونے کی وجہ سے چاروں طرف قناتیں کھنچی ہوئی تھیں - اور حضور نظام کی فوج کے پہرے تھے - اعلےٰ حضرت ایک موٹر میں سوار ہو کر سٹیشن سے روانہ ہوئے - سٹیشن سے لے کر اعلیٰ حضرت کے محل تک بے شمار لوگوں کا ہجوم تھا ؛

اعلےٰ حضرت کی وسیع الاخلاقی اور اخوت اسلامی سے توقع ہے کہ وُہ اپنے گرانقدر اوقات میں سے کچھ نہ کچھ حصہ مسلمانانِ ہند کی مختلف جماعتوں کو اپنے اوپر حاضر ہو کر نذر عقیدت پیش کرنے کے لئے عطا فرمائیں گے - اور اس طرح اس جوش اور عقیدت کے جذبات کو ایک حد تک ملاحظہ فرمائیں گے - جو مسلمانانِ ہند کو آپ کی ذات والا صفات سے ہیں ؛

ہندوؤں کی سائمن کمیشن کو دھمکی

پنجاب کے ہندوؤں کا جو ڈیپوٹیشن سائمن کمیشن کے سامنے پیش ہؤا - اس کے لیڈر اور ترجمان پنڈت نانک چند صاحب نے کہا :-

"اگر مخلوط انتخاب کا اصول منظور نہ کیا گیا - تو اس صورت میں ہم اصلاحات منظور نہیں کریں گے - اگر فرقہ وار نیابت کسی صورت میں دی

تو ہم اصلاحات کو نظر انداز کر دیں گے۔ (ملاپ لاہور۔ ۷ نومبر ۱۹۲۵ء)

مطلب یہ کہ "پنجاب کے مسلمانوں کو جو اپنے لئے مخلوط انتخاب کو ہلاکت اور تباہی کا باعث سمجھتے ہیں۔ اور جن کی آبادی پنجاب میں دیگر تمام اقوام سے زیادہ ہے۔ اگر انھیں مخلوط انتخاب کے ذریعہ کچل نہ دیا گیا۔ تو ہندو اصلاحات منظور نہ کریں گے۔

وہ لوگ جو مسلمانان پنجاب کو یہ کہکر طفل تسلیاں دے رہے ہیں کہ مخلوط انتخاب رائج ہونے کی صورت میں مسلمان اپنی آبادی کی نسبت سے بھی زیادہ نشستیں حاصل کر سکیں گے۔ انھیں ہندوؤں کی اس دھمکی پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے۔ کیا ہندوؤں کا یہ مطلب ہے کہ جب تک مسلمانوں کو مخلوط انتخاب کے ذریعہ ان کے حق سے زیادہ نشستیں حاصل نہ ہوں۔ اس وقت تک ہندو اصلاحات کو تسلیم نہ کریں گے۔ یہ بات تو کسی نادان سے نادان انسان کے خیال میں بھی نہیں آسکتی۔ حقیقت یہی ہے۔ کہ وہ مخلوط انتخاب کو مسلمانوں کو ان کے واجبی حق سے محروم کرنے کا کامیاب ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اسی لئے اس کے متعلق اتنا زور دے رہے ہیں اب بھی اگر کوئی مخلوط انتخاب کو مسلمانوں کے لئے بہترین طریق بتائے۔ تو اس کی نادانی اور جہالت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

ملک پور کے فسادات کے ملزمین کی بریت

ملک پور ضلع انبالہ کے ہندو مسلم فساد کے فیصلہ کے متعلق مسلمانوں کو پہلے ہی شکایت تھی۔ کہ سیشن کورٹ نے صرف ایک سکھ کو پھانسی کی سزا دی۔ اور باقی نو کو عبور دریائے شور کا حکم سنایا۔ حالانکہ سکھوں اور ہندوؤں کا ایک جم غفیر ارد گرد کے دیہات سے جمع ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوا تھا۔ اور موجود الوقت حکام کے احکام کی علانیہ خلاف ورزی کرتے ہوئے مسلمانوں پر پل پڑا تھا۔ جن کا بہت کچھ نقصان ہوا تھا۔ ایسے خود سر اور فسادی مجمع میں سے صرف ایک کو پھانسی کی اور نو کو عبور دریائے شور کی سزا دینا حیرت انگیز امر تھا۔ لیکن اسے کیا کہا جائیگا۔ کہ ہائی کورٹ لاہور نے پھانسی کی سزا والے مجرم کی سزا صرف دو سال رہنے دی ہے۔ اور باقی سب کو رہا کر دیا ہے۔

اگر ہائی کورٹ کے متعلق کسی قسم کا وہم دل میں نہ پیدا ہونے دیا جائے۔ تو یہی کہنا پڑتا ہے۔ کہ بد قسمت مسلمانوں کے معاملہ میں ابتدائی تحقیقات کے متعلق اس قدر لاپرواہی سے کام لیا جاتا ہے کہ ہائیکورٹ ملزموں کو صاف طور پر بری کر دیتی ہے۔ برخلاف اس کے مسلمان ملزموں کو بعض اوقات ہائی کورٹ میں اپیل کرنے کا یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے۔ کہ سزائیں اور زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ صورت حالات مسلمانوں کے لئے نہایت ہی تشویشناک ہے۔ اور مسلمان لیڈروں کا فرض ہے۔ کہ اس کے متعلق چارہ سازی کریں۔ کم از کم ایسے مقدمات کے متعلق خاص طور پر کوشش کرنی چاہیئے۔ جو انفرادی نہیں۔ بلکہ جماعتی رنگ رکھتے ہوں۔ اور جن کا اثر ساری قوم پر پڑتا ہو۔ ملک پور کا فساد اسی قسم کا تھا۔ کیونکہ ہندوؤں اور سکھوں نے مسلمانوں کو عید الاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی گاؤ سے روکنے کے لئے حملہ کیا تھا۔ اگر مقدمہ سے صاف بری ہو جانے والے اب وہاں کے مسلمانوں کے لئے اور زیادہ تکلیف کا موجب ہوں۔ تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

"پنجاب میں "شیر پنجاب" کا خطاب عرصہ سے متنازعہ فیہ چلا آرہا ہے۔ جس پر کبھی ہندو قبضہ جماکر لالہ لاجپت رائے کو اس کا واحد مستحق قرار دیتے ہیں۔ کبھی مسلمانوں میں سے مولوی ثناء اللہ صاحب اس کے مدعی نظر آتے ہیں۔ اور کبھی سکھ اس پر اپنا دیرینہ حق جتلاتے ہیں۔ ان کا ایک اخبار بھی اسی نام سے شایع ہوتا ہے۔ لیکن اس وقت تک ان میں سے کسی نے اتنی جرأت نہ دکھائی تھی۔ کہ اپنے "نام کے شیر" کو "حقیقی شیر" کی شکل و صورت میں تبدیل کر دیں۔ اس کی چار ٹانگیں بنا لیں۔ اور پیچھے دم بھی لگا دیں۔ لیکن جو لوگ گاندھی جی کے سوا راجیہ کا حشر دیکھنے کے باوجود اب نئے سرے سے مالوی جی کے ذریعہ ایک سال کے اندر اندر ہندوستان کی حکومت حاصل کرنے کا تہیہ کر کے اٹھے ہوں ان کے لئے اچھے بھلے انسان کو جنگلی درندہ کی شکل میں تبدیل کر دینا کونسی مشکل بات ہے۔ چنانچہ دہلی کے آریہ اخبار "تیج" نے اپنے ۵ نومبر کے پرچہ میں صفحہ اول پر "شیر پنجاب" کے زیر عنوان لالہ لاجپت رائے کو چار ٹانگوں اور دم کے ساتھ پیش کر دیا ہے۔

شاید "نقش اول" ہونے کی وجہ سے فی الحال انسانی چہرہ اور گاندھی ٹوپی کو باقی رہنے دیا گیا ہے۔ لیکن جب لوگ بقیہ جسم کے تغیر سے واقف ہو جائیں گے۔ تو کوئی تعجب نہیں۔ اس تھوڑی سی کسر کو بھی پورا کر دیا جائے۔ اور لالہ جی کو "مکمل شیر" کی شکل میں پیش کر دیا جائے۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ کیا "شیر" کہلانے والے دوسرے مدعی خواب غفلت میں ہی پڑے رہیں گے۔ یا وہ بھی چار ٹانگیں اور دم بنانے کے لئے جدوجہد کریں گے۔ بات تو جب ہے۔ کہ لالہ لاجپت رائے کے شیر کی مکمل جون اختیار کرنے سے پہلے پہلے وہ ہو بہو شیر بن جائیں۔ اور کسی جنگل میں جاکر اپنی حکومت قائم کر لیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کو خاص طور پر اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

لالہ لاجپت رائے بڑے خوش قسمت معلوم ہوتے ہیں۔ ایک طرف تو انھیں اسی زندگی میں "تیج" نے شیر کی جون میں تبدیل کرنے کی سعی شروع کر دی ہے۔ اور دوسری طرف "مولانا ظفر علی صاحب" جو کل تک ان کے پیچھے "زمیندار کا لٹھ" لئے پھرتے تھے۔ ان کی "گرج" سے مرعوب ہو کر انھیں اپنا "سرتاج" تسلیم کرنے کا اعلان کر رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے لالہ صاحب پر پولیس افسر کے بید برسانے کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے۔ "آج ہمارے سرتاج لالہ جی کی عزت پر ہاتھ ڈالا گیا۔ رائے زادہ ہنسراج کو لہولہان کیا گیا"۔ (زمیندار یکم نومبر ۱۹۲۵ء)

اب جبکہ لالہ جی کو چار ٹانگوں اور خمدار دم کے ساتھ "شیر" بنا دیا گیا ہے تو انھیں "سرتاج" ماننے والوں کے لئے سوائے اس کے کیا چارہ ہے۔ کہ گیدڑ یا لومڑی کی شکل اختیار کر لیں۔ اور اگر ظفر علی صاحب نے سچے دل سے یہ اقرار کیا ہے۔ کہ لالہ صاحب ان کے "سرتاج" ہیں۔ تو انھیں جلد سے جلد "زمیندار" کے صفحہ اول پر اپنی وہ شکل و صورت پیش کر دینا چاہیئے جو لالہ جی کے ہو بہو جنگلی "شیر" بن جانے پر ان کے لئے لازمی ہو گئی ہے۔ تا معلوم ہو سکے۔ کہ گیدڑ کی شکل انھیں مرغوب ہے یا لومڑی کی۔ بھیڑیے کی شکل انھیں پسند ہے۔ یا لکڑ بگڑ کی۔ چونکہ "شیر" کو اپنا "سرتاج" ماننے والوں کی عادات اور خصائل "رسول تا" میں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے جب تک وہ خود نہ بتائیں۔ کہ صحیح معنوں میں وہ شیر کو اپنے سر کا تاج بنانے کے لئے کیا شکل اختیار کریں گے۔ اس وقت تک کسی اور کے لئے سمجھنا مشکل ہے۔

چند ہی دن ہوئے یہ خبر شایع ہو چکی ہے۔ کہ امرتسر میں جو سکھوں کا سب سے بڑا مذہبی مقام ہے۔ "چند سکھ نوجوانوں نے آزاد کمیٹی کے ماتحت کیسوں کے خلاف پراپیگنڈا جاری کیا ہے"۔ اور پے بہ پے نوجوان سکھوں کے کیس منڈانے کی خبریں شایع ہو رہی تھیں۔ اگرچہ سکھ حلقوں میں اس سے کہرام مچا ہوا تھا۔ مگر فیشن پرستی کے موجودہ سیلاب میں ہمارے نزدیک یہ کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔ اور خاص کر اس صورت میں جبکہ سکھ نوجوانوں کے پیش نظر آدی گرنتھ کے یہ الفاظ تھے۔ ۵

"بھاویں لانبے کیس کر۔ بھاویں گھر منڈا"

لیکن سکھ اخبار "شیر پنجاب" (۲۸ اکتوبر) میں یہ پڑھ کر ہمیں بھی حیرت ہوئی کہ اعلیٰ طبقہ کی سکھ خواتین بھی اپنے سر کے بال کٹوا رہی ہیں۔ چنانچہ اخبار مذکور لکھتا ہے۔ "مہارانی کلسیہ اور راجہ کلسیہ کے پرائیویٹ سکرٹری ارجن سنگھ صاحب کی اہلیہ صاحبہ نے فیشن پرستی کے غلبہ میں آکر اپنے بال فرنگی عورتوں کی طرح ترشوا دئے ہیں"۔

چونکہ ہمیں معلوم نہیں۔ سکھ دھرم نے عورتوں پر بالوں کے متعلق کوئی پابندی عائد کی ہے یا نہیں۔ اس لئے ہم مذہبی پہلو سے اس بارے میں کچھ کہنے کا حق نہیں رکھتے۔ لیکن زنانہ بالوں کے متعلق ایشیائی روایات کی اس طرح تحقیر بے حد افسوسناک ہے۔ اور ہمیں قدیم خیالات کے سکھ صاحبان سے ہمدردی ہے۔ جن کے لئے آزاد خیال نوجوانوں کے علاوہ ایسی خواتین نے بھی بہت سی مشکلات پیدا کر دی ہیں۔

جبکہ ہر ایک آریہ اپنے سوامی دیانند جی کی تقلید میں اسلام کے خلاف بیہودہ سرائی کرنا اور اسلام کو مٹانا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ تو ان کے یہ لکھنے کا مطلب بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے۔ کہ "احمدیت نے پیروں کی جو نئی پود لگائی ہے۔ وہ اسلام کے لئے سخت خطرناک ثابت ہو رہی ہے اور اس نے اس امر کی ضرورت پیدا کر دی ہے۔ کہ ہندوستان میں بھی کوئی امان اللہ خان پیدا ہو۔ جو پیروں کی اس بڑھتی کو روکے گا"۔ (پرکاش یکم نومبر)

اگر احمدیت کی پود اسلام کے لئے سخت خطرناک ثابت ہو رہی ہے تو آریوں کو خوش ہونا چاہیئے۔ نہ کہ اس بڑھتی کو روکنے کے لئے کسی امان اللہ خاں کے پیدا ہونے کی آرزو کرنی چاہیئے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ چونکہ آریوں کو خوب اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے۔ کہ اسلام کے خلاف ان کی تمام آرزوؤں کو احمدیت نے ملیامیٹ کر دیا ہے۔ اس لئے پیچھے کٹنی کے بھیس میں مسلمانوں کو

جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔اے کے اعزاز میں اعلیٰ کارکنان سلسلہ کی طرف سے دعوت

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر

احمدی مبلغ اپنے کام نمایاں رنگ میں پیش کیا کریں

۲۴ر اکتوبر ۱۹۲۸ء افسران صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔اے مبلغ انگلستان کے اعزاز میں دعوت طعام دی گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بھی تشریف فرما تھے۔ دعوت دینے والوں کی طرف سے جناب مولوی ذوالفقار علی خاں صاحب ناظر اعلیٰ نے تقریر فرمائی اور جناب درد صاحب نے اس کا جواب دیا۔ جس میں افسران صیغہ جات اور دوسرے دوستوں کو توجہ دلائی۔ کہ وہ مبلغین سے خط و کتابت کرتے رہا کریں۔ کیونکہ قادیان سے باہر رہنے والوں کیلئے یہاں کی معمولی سے معمولی اطلاع بھی مسرت و انبساط کا موجب ہوتی ہے۔ اور اس سے انہیں بہت تقویت پہنچتی ہے۔ ضمناً ان احباب کا شکریہ بھی ادا کیا۔ جو ان سے مکاتبت کرتے رہے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے حسب ذیل تقریر فرمائی:-

حضرت خلیفۃ المسیح کی تقریر

ہمارے ملک میں اور غیر ممالک میں بھی یہ ایک مثل ہے کہ دوپہر کے کھانے کے بعد آرام کرو۔ اور شام کے کھانے کے بعد چہل قدمی کرو۔ اس کی بناء پر میں سمجھتا ہوں۔ کہ دوپہر کے کھانے کے بعد آرام کرنا چاہیئے۔ خصوصاً ان لوگوں کو جنہیں معدے کی تکلیف ہو۔ اور خصوصاً مجھے جسے اسہال کی شکایت ہے۔ درد صاحب نے اس وقت جو کچھ بیان کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ وہ بھی اسی مثل کے اثر کے ماتحت وضاحت سے بیان نہیں کر سکے۔ حالانکہ تقریر کرنے کے لئے یہ نہایت عمدہ موقعہ تھا

ذاتی تعلقات

قائم کرنا نہایت عمدہ چیز ہے۔ اور ان کا بہت گہرا اثر ہوتا ہے۔ تعلقات ذاتی دوستی کی بناء پر نہیں ہونے چاہئیں۔ ذاتی دوستی تو انسان اسی سے رکھتا ہے۔ جس سے مزاج مل جائے۔ مگر کام لینے کے لئے ان لوگوں سے بھی تعلقات رکھنے پڑتے ہیں۔ جن سے مزاج نہ ملے۔ بلکہ زیادہ انہیں سے رکھنے پڑتے ہیں۔ جن سے مزاج نہیں ملتا۔ کیونکہ ایسے شخص سے اگر ذرہ بھی بیگانگی برتی جائے۔ تو وہ سمجھتا ہے۔ میری طرف توجہ نہیں کی گئی۔ آج ہی مجھے ایک خط موصول ہوا ہے۔ ایک شخص نے جو باہر گیا ہوا ہے۔ لکھا ہے۔ قادیان میں میری ہمشیرہ فوت ہو گئی۔ لیکن ناظر صاحب نے مجھے اطلاع نہیں دی۔ اور لکھا ہے اگر مجھ سے ان کے پہلے تعلقات ہوتے۔ تو وہ ضرور اطلاع دیدیتے۔ لیکن میرا خیال ہے۔ اگر پہلے تعلقات بھی ہوتے۔ تو بھی حالات ایسے تھے۔ کہ وہ یقیناً اطلاع نہ دیتے۔ لیکن اس صورت میں کوئی شکوہ بھی پیدا نہ ہوتا۔ کیونکہ شکوہ زیادہ تر اسی جگہ پیدا ہوتا ہے۔ جہاں ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھا نہ جا سکے۔ ان کے سب رشتہ دار یہاں موجود تھے۔ جس شخص کا کوئی رشتہ دار یہاں موجود نہ ہو۔ اسے اطلاع دینے کا تو بیشک ناظر کو خیال پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن جس کے تمام رشتہ دار یہاں موجود ہوں۔ اس کے متعلق کیسے خیال ہو سکتا ہے۔ جب تمام اقرباء موجود ہوں۔ تو ناظر یہ خیال ہی کیسے کر سکتا ہے۔ کہ ان میں سے کسی نے بھی اطلاع نہ دی ہوگی۔ اور پھر جب باپ بھائی خسر اور دوسرے ایسے ہی قریبی ایسی اطلاع نہ پہنچائیں۔ تو یہ کیسے امید کی جا سکتی ہے۔ کہ دوسرے لوگ ضرور پہنچا دیں گے۔ بات یہ ہے جہاں تعلقات گہرے ہوں وہاں اتنا شکوہ نہیں ہوتا۔ اس لئے میں دوستوں سے کہنا چاہتا ہوں۔ کہ جو لوگ باہر کام کر رہے ہیں۔ ان سے ضرور

خط و کتابت

کیا کریں۔ اور خطوط ناصحانہ رنگ کی بجائے محبت آمیز لہجہ میں لکھے جائیں۔ اس کے علاوہ میں اس امر کی طرف بھی توجہ دلاتا ہوں کہ ہمارے جو دوست باہر سلسلہ کی خدمات کرتے ہیں۔ ان کے کاموں کو اس رنگ میں نہیں دیکھا جاتا جس کے وہ مستحق ہوتے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس نقص کے لئے

دونوں ذمہ وار

ہیں۔ کارکن بھی۔ اور کام لینے والے بھی۔ کام کرنے والوں میں تو یہ نقص ہے۔ کہ وہ اپنے اندر ایسا انکسار محسوس کرتے ہیں۔ جو دراصل ان میں ہوتا نہیں۔ اور وہ اخلاق کا ایسا بلند نمونہ دکھانا چاہتے ہیں۔ جو دراصل ان میں پایا نہیں جاتا۔ وہ اس الزام کو دور کرنے کے لئے۔ کہ وہ نکمے بیٹھے ہیں۔ کوئی کوشش نہیں کرتے۔ اور اپنے کام کو نمایاں کر کے پبلک میں لانے کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے۔ لیکن جب اعتراض ہوتے ہیں۔ تو پھر دل ہی دل میں کڑھتے ہیں۔ اور اس بات سے تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ کہ ہماری قربانیوں کو نظر انداز کر کے اعتراض کئے جاتے ہیں۔ حالانکہ جب انہوں نے اپنے کام کو خود چھپایا۔ تو لوگوں کو کس طرح معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ جب انہوں نے خود اپنے لئے ایک رستہ تجویز کیا۔ تو پھر اس کا خمیازہ بھگتنا چاہیئے یہ بہت بڑا نقص ہے۔ کہ کام کرنے والے اپنے کام کو لوگوں کے سامنے پیش کرنے کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے۔ میرا اپنا اندازہ یہی ہے۔ کہ اگر ان رپورٹوں سے جو مبلغین کی الفضل میں شائع ہوتی ہیں۔

ہمارے مبلغین کی کارکردگی

پر نظر ڈالی جائے۔ تو ہمارے تمام مشنوں پر ۳-۴ ہزار روپیہ سے زیادہ خرچ نہیں ہونا چاہیئے۔ ہمارے مشن کئی ایک مقامات پر ہیں۔ اور وہاں کام کرنے والے

بڑی بڑی قربانیاں

کر رہے ہیں۔ لیکن اخبارات میں ان کا کوئی ذکر نہیں ہوتا۔ سماٹرا کے مبلغ کو دیکھ لو۔ اس کی ذاتی حیثیت سے ہم بخوبی واقف ہیں۔ بیشک وہ استاد تھا۔ مگر دراصل طالب علم ہی تھا لیکن اسکے کام کو جب ہم دیکھتے ہیں۔ تو حیرت ہوتی ہے۔ اس کی کوشش سے بعض تعلیم یافتہ۔ اور بڑے بڑے گورنمنٹ آفیشل جماعت میں داخل ہو چکے ہیں۔ اور وہ کثرت کار اور محنت کے باعث اپنی صحت کھو چکا ہے۔ اور اب ایسا بیمار ہے کہ اکیلا کہیں جا آ نہیں سکتا۔ لیکن اسے گذارہ کے لئے نہایت قلیل رقم ملتی ہے۔ جس پر وہ بسر اوقات کر رہا ہے۔ مگر احباب جماعت اس کی ان قربانیوں سے قطعاً واقف نہیں۔ وہ نہیں جانتے۔ کہ ایسے لوگوں میں۔ بلکہ جن کی زبان اخلاق اور عادات سے نا واقفیت ہو۔ اور ایسے مخالفین کے مقابل میں جو معمولی باتوں پر قتل کر دیتے۔ اور فوراً چھرے نکال لیتے ہیں۔ ہمارا ایک آدمی کس

جرأت اور استقلال

اور خود فراموشی سے کام کر رہا ہے۔ شائد اگر کوئی کہدے۔ کہ وہ وہاں بیکار ہی بیٹھا ہے۔ تو نوے فیصدی جماعتیں اس بات کو صحیح مان لیں۔ اور کہنے لگ جائیں۔ کہ روپیہ ضائع ہو رہا ہے۔ اور اسے وہاں رکھنا بڑی غلطی ہے۔ لیکن اگر انہیں معلوم ہو سکے کہ وہاں پر وہ کیا کام کر رہا ہے۔ اور اگر ہمارا ایک ہزار روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ تو

پچاس ہزار

کا کام ہو رہا ہے۔ تو وہ بہت زیادہ جوش سے اس مبلغ کے لئے دعائیں کریں گے۔ اسی طرح

ماریشس میں بھی ہماری جماعت

سے سخت مقابلہ ہوا۔ وہاں جماعت کے ہاتھ سے جائدادیں نکل گئیں۔ ایک مسجد جس پر انہوں نے بہت سا روپیہ خرچ کیا تھا۔ ان کے ہاتھ سے نکل گئی۔ لیکن انہوں نے پھر ہزاروں روپے خرچ کر کے مکان خریدے اور مساجد بنائیں۔ لیکن اگر جماعت کے لوگوں سے پوچھا جائے۔ تو وہ سوائے اس کے کچھ نہیں جانتے۔ کہ وہاں ایک جماعت ہے۔ اور صوفی

غلام محمد صاحب سالہا سال تک وہاں کام کرتے رہے ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ جس طرح مولوی جلال الدین صاحب مجھے خط لکھنے کے ساتھ ایک خط اخبار والوں کو بھی لکھ دیتے ہیں۔ اگر دوسرے مبلغین بھی کوشش کریں۔ تو وہ کیوں نہیں لکھ سکتے۔ سماٹرا کے متعلق تو میں سمجھتا ہوں۔ وہاں بہت زیادہ کام ہے۔ اس لئے وہاں کے مبلغ کو اس قدر فرصت ہی نہیں مل سکتی ہے۔ لیکن دوسرے مشن بڑی آسانی سے اطلاع دے سکتے ہیں۔

لندن مشن

اطلاع دے سکتا ہے۔ خواہ وہ مختصر ہی ہو۔ لیکن جب کوئی اطلاع نہیں دی جاتی۔ تو ایسے حالات میں اگر لوگوں کے دلوں میں بدظنی پیدا ہو۔ تو وہ معذور ہیں۔ اور اگر اعتراض ہوں۔ تو مشنری کو یہ حق نہیں پہونچتا کہ وہ کہے کہ کیوں اعتراض ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ سب ان کے

غلط انکسار

کا نتیجہ ہے۔ اور یہ دراصل لغوی معنوں میں انکسار ہے۔ جو ٹوٹ جانا ہیں۔ اگر وہ خود اس اصول پر کاربند ہوتے ہیں۔ تو پھر اعتراضات ہی کیوں ہوتے۔ اسی طرح

محکمہ والوں کا نقص

بھی ہے۔ اخبار والے ہمیشہ شکایتیں کرتے رہتے ہیں۔ کہ ہمیں کوئی اطلاع نہیں دی جاتی۔ اور جو کچھ اخبارات میں چھپتا ہے۔ وہ بھی اصل سے بہت کم ہوتا ہے۔ ہر شخص صحیح صورت حالات سے واقف نہیں ہوتا۔ مثلاً انگلستان کے متعلق اگر کوئی کہے کہ فلاں رئیس سے ہم نے ملاقات کی۔ یا وہ ہمارے مکان پر آیا۔ تو ہمارے ملک میں اسے کوئی وقعت نہیں دی جائیگی۔ یا اگر ولایت کا مبلغ کہے کہ میں فلاں لارڈ سے ملا۔ تو ہندوستانی اسے معمولی بات سمجھیگے لیکن جو شخص وہاں کے حالات سے واقف ہو۔ اور جانتا ہو کہ وہاں کے لوگ کس طرح اجنبیوں سے ملنے سے بچتے ہیں۔ اور وہاں کسی سے ملاقات کتنی مشکل ہے۔ تو وہ اسے ضرور اہم قرار دیگا وہاں لوگوں کا یہ حال ہے۔ اور وہ اس قدر مصروف رہتے ہیں کہ سینکڑوں خطوط جو ان کے نام آتے ہیں۔ انہیں وہ پڑھ بھی نہیں سکتے۔ بس ایسی قوم کے افراد سے جو اس قدر مشغول رہتی ہے۔ خواہ ان کی مشغولیت کسی سبب سے بھی ہو۔ اور ہمارے نزدیک وہ کس قدر بھی غیر ضروری کیوں نہ ہو۔ ملنا کوئی آسان کام نہیں۔ ایک انگریزی اخبار میں

ایک لطیفہ

شائع ہوا تھا۔ کہ ایک بڑھا امیر آدمی اور اس کی بیوی ایک نہر کے کنارے سیر کے لئے گئے۔ ایک غریب آدمی آیا۔ اور اس نے اس عورت کو مخاطب کرنا چاہا۔ مگر وہ نہ بولی۔ اس نے پھر اسے مخاطب کرنے کی کوشش کی مگر اس نے پھر حقارت سے اسے اشارہ کیا۔ کہ ہٹ جاؤ۔ پھر تیسری دفعہ اس نے اسے مخاطب کرنے کی کوشش کی۔ تو اس نے نہایت سختی سے اسے ڈانٹا کہ تم باز نہیں آتے۔ اس پر اس شخص نے کہا۔ مجھے تم سے بات کرنے کی تو کوئی خواہش نہیں۔ میں تو صرف یہ کہنا چاہتا تھا۔ کہ تمہارا بڈھا نہر

میں گر پڑا ہے۔ ہمارے ملک میں چونکہ یہ رواج ہے۔ کہ دیہاتوں میں امراء عام طور پر مکان کے باہر چارپائیاں بچھا کر بیٹھے رہتے ہیں۔ اور ہر راہگزر ان سے بات کر سکتا ہے۔ اس لئے اگر کوئی مبلغ اخبار میں شائع کرائے کہ میں نے فلاں امیر سے گفتگو کی۔ تو شائد لوگ کہیں۔ یہ کتنا

خود پسند آدمی

ہے۔ اگر کسی امیر سے مل لیا تو کونسی بڑی بات تھی کہ اسے اخبار میں شائع کرا دیا۔ لیکن اگر اس کے ساتھ یہ بھی لکھا جائے۔ کہ وہاں کی ملاقاتوں میں کس قدر مشکلات ہیں۔ تو سب سمجھ سکتے ہیں۔ کہ یہ اہم بات ہے ؎

پس میرا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر ہمارے

مشنوں کے حالات

عمدگی سے لکھکر شائع کئے جائیں۔ تو اس قدر دلآویز ہوں۔ کہ دوسرے اخبارات بھی انہیں نقل کریں۔ اور دوسرے لوگوں پر بھی بہت اثر ہو۔ لیکن جب تک کسی کو کوئی کام نظر نہ آئے۔ صرف یہ کہنے سے کہ ہم نے لندن میں مشن قائم کر رکھا ہے۔ دوسروں پر کیا اثر ہو سکتا ہے۔ اثر ہمیشہ کام دکھانے سے ہی ہوتا ہے۔ مولوی عبدالرحیم صاحب نیر کو میں نے دیکھا ہے۔ کہ وہ نقشہ دکھاتے ہیں کہ کس طرح حبشی بچے پہلے ننگے پھرتے تھے۔ اور اب ان کی یہ حالت ہے۔ کہ اچھی طرح کپڑے پہنے ہوئے سکول میں بیٹھے پڑھ رہے ہیں۔ اس پر لوگ انہیں

بنی نوع انسان کا خادم

سمجھتے ہیں۔ اور بڑے بڑے آدمی ان کے سامنے سرنگوں ہوتے ہیں۔ اور خود ملاقات کا اشتیاق ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن اگر صرف یہ کہا جائے۔ کہ ہمارا ایک مبلغ افریقہ میں بھی ہے۔ تو لوگوں پر اس کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔ وہ کہیں گے۔ کہ کوئی آدمی فارغ ہوگا۔ وہاں بھیجدیا۔ لوگوں کو چونکہ کوئی کام نظر نہیں آتا۔ اس لئے نوجوانوں میں

قربانی کا جوش

بھی پیدا نہیں ہوتا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کام میں بعض مبلغین بھی روک بن رہے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے کام کی خود کوئی قدر نہیں کرتے۔ وہ خود اپنے کام کو حقارت سے دیکھتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں۔ چونکہ ہم ۵۰-۶۰ اشخاص

شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ

کے پایہ کے نومسلموں میں پیدا نہیں کر سکے۔ اس لئے ہمارا کام کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اور یہ نہیں سوچتے۔ کہ دین سے اس قدر غافل اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر عناد رکھنے والی قوم میں اگر چند لوگ بھی ایسے پیدا ہو جائیں۔ جو اسلام کی باتیں سننے پر آمادہ ہوں۔ تو یہی اتنی بڑی بات ہے۔ کہ میں اس کے لئے

لاکھوں روپے

خرچ کر دینا معمولی بات سمجھتا ہوں۔ یہی لوگ جو آج بات سننے کے لئے تیار ہوئے ہیں۔ یہ خود بڑے بڑے بزرگ لوگ پیدا کریں گے اس کے لئے وقت چاہئیے۔ دیکھو حضرت مسیح علیہ السلام کتنے بڑے نبی تھے۔ لیکن انہوں نے کیا کام کیا

صرف بارہ حواری

پیدا کئے۔ جن کی حالت کو دیکھکر آج بھی لوگ ہنستے ہیں۔ وہی پطرس جو باوجود اس وعدہ کے کہ اے خداوند میں تیرے لئے جان دیدوں گا (متی باب ۲۶ آیت ۳۵) اور حضرت مسیح کے اس قول کو یاد رکھتے ہوئے۔ کہ تو مرغ کی آذان سے پہلے تین بار میرا انکار کریگا (متی باب ۲۶ آیت ۳۴) مسیح پر لعنت بھیجتا ہے۔ مگر پھر وہی پطرس روم جاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ میں

یسوع کے نام پر عزت

حاصل کرنے جاتا ہوں۔ اور وہ عزت کیا ہے۔ یہ کہ مجھے رؤیا میں دکھایا گیا ہے۔ کہ وہاں مجھے صلیب پر لٹکایا جائیگا۔ گویا جس پطرس نے ایک عورت سے ڈر کر یسوع پر لعنت بھیجی۔ وہی اس کے نام پر صلیب پر لٹکایا جانا اپنے لئے دنیا کی سب سے بڑی عزت یقین کرتا ہے۔ تو ان ممالک کے متعلق جن کی بابت رسول کریم صلعم نے فرمایا۔ کہ ان کا فتنہ اتنا بڑا ہے۔ کہ سب نبیوں نے اس کی خبر دی ہے۔ کوئی عقلمند کس طرح سمجھ سکتا ہے۔ کہ ہم وہاں جائیں۔ اور وہ فوراً حلقہ بگوش اسلام ہو کر

تقوےٰ کے اعلیٰ مدارج

پر پہونچ جائیں۔ اس کے لئے تو صدیاں درکار ہونگی۔ وہاں تو اگر ایک بھی ایسا شخص پیدا ہو جائے۔ جو محمد رسول اللہ کو دنیا کا ایک قابل قدر وجود تسلیم کرے۔ تو میں سمجھتا ہوں۔ یہی بہت بڑا کام ہے۔ کیونکہ وہ ایک بیج ہے اس کا بیٹا یقیناً ترقی کر کے آپ کو نبی ماننے لگیگا۔ تو ہر جگہ کے کام کی نوعیت الگ الگ ہوتی ہے ؎

پس میں اسوقت کارکنوں۔ کام لینے والوں اور اخبار نویسوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ

مبلغین کے کام

کو ایسے رنگ میں دنیا کے سامنے لائیں۔ کہ لوگوں میں

قربانی کا مادہ

پیدا ہو۔ جب کسی کے ذہن میں کوئی کام ہی نہ ہو۔ تو شوق کس بات کیلئے پیدا ہوگا۔ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ ایک خطرناک جنگ ہو رہی ہے۔ اور دشمن سے سخت مقابلہ ہے۔ تو ہزاروں لوگ اس میں حصہ لینے کے لئے تیار ہو جائیں گے یہ یاد رکھنا چاہئیے۔ کہ سب لوگ بزدل نہیں ہوتے۔ جو جنگ کے نام سے ڈر جائیں۔ بلکہ سینکڑوں ہزاروں آدمی ایسے ہوتے ہیں جو متأثر ہی اس وقت ہوتے ہیں اور جن کے دلوں میں جوش اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب وہ دیکھیں۔ کہ خطرناک جنگ ہو رہی ہے۔ لیکن کام کو عمدگی سے پیش نہ کرنے کی وجہ سے یہ نقص پیدا ہو رہا ہے۔ کہ لوگوں میں تبلیغ کے لئے کوئی خاص جوش پیدا نہیں ہوتا۔ ایک مبلغ جب خط لکھتا ہے تو اختصار سے کام لیتا ہے۔ اور جو باتیں پہلے بیان کر چکا ہے۔ ان کی طرف صرف اشارہ ہی کر دینا کافی سمجھتا ہے۔ آگے یہ ہمارا کام ہے کہ اس سلسلہ کو ملا کر اور پہلی اطلاع شامل کر کے اسے مکمل کر کے حقیقی عظمت کے ساتھ اسے لوگوں کے سامنے لائیں۔ پس میں کارکنوں اور کام لینے والوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ سستی کو ترک کریں۔ اور مشنوں کے کام کو متواتر لوگوں کے سامنے لائیں۔ اس وقت ہمارے مختلف مقامات پر بارہ مشن ہیں۔ لیکن اخبار میں کوئی خبر کسی کے متعلق نہیں ہوتی۔ اور مدتوں کوئی خبر نہیں ہوتی۔ حالانکہ کام بہت عظیم الشان ہو رہا ہے۔ اب پڑھنے والے کیا سمجھیں گے۔ کہ کیا کام ہو رہا ہے۔ وہ تو یہی کہیں گے۔ وہ بیکار بیٹھے ہیں۔ اور ان کی مشکلات اور قربانیوں اور ان ہزاروں خطرات سے جن سے انہیں گذرنا پڑتا ہے۔ کسی کو آگاہی نہیں ہوگی۔ پس میں اس وقت ان دونوں نقصوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں۔ کہ آئندہ اخبارات ہمارے مشنوں کی رپورٹوں سے پُر ہوا کریں گے ؎

پیغامی نیرنگیوں کی حقیقت کا اظہار

(۱)

مولوی محمد علی صاحب کا خاموش کُن جواب گالیوں کا طُومار

معزز ناظرین کو یاد ہوگا۔ کہ پیغام کا "آخری ہی نمبر" شایع ہونے سے قبل پیغام میں اس کے متعلق اعلان ہوا تھا۔ کہ اس میں موجودہ اختلاف مسئلہ نبوت اور حقیقت نبوت کو خصوصیت سے بحث میں لاکر جماعت احمدیہ کے عقائد کی پورے زور سے تردید کی جائے گی۔ جس کی بناء پر ایڈیٹر صاحب پیغام کو ایک کھلی چٹھی بھیجکر اور "الفضل" میں بھی شایع کرکے اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی تھی۔ کہ وہ اس مجوزہ نمبر میں جناب مولوی محمد علی صاحب کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک کی تحریرات متعلقہ مسئلہ نبوت کو ضرور جگہ دیں۔ اور ایسے طور پر انھیں شایع کریں۔ کہ ان کی ہر قسم کی سابقہ تحریرات متعلقہ نبوت آجائیں اور اگر ضرورت سمجھیں۔ تو اسی التزام سے ان کے ساتھ بالمقابل سیدنا و امامنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی سابقہ تحریرات بھی اس میں شایع کردیں۔ تاکہ فریقین کی ہر قسم کی متعلقہ تحریرات یکجائی طور پر پبلک کے سامنے آجائیں۔ مگر افسوس کہ ایڈیٹر صاحب پیغام کو یہ تجویز پسند نہ آئی۔ اور انھوں نے جناب مولوی محمد علی صاحب کی سابقہ تحریرات کو اپنے اخبار میں جگہ دینا اپنے اغراض کے منافی پاکر اسی میں بہتری سمجھی۔ کہ ان کی طرف سے بکلی خاموشی اختیار کریں۔ البتہ سیدنا و امامنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی صدہا سابقہ تحریرات متعلقہ مسئلہ نبوت میں سے ایک حوالہ جسے انھوں نے بزعم خود اپنے اغراض کے لئے مفید سمجھا۔ پیش کرکے یہ ظاہر کیا۔ کہ گویا آپ کا عقیدہ اس کے متعلق پہلے وہی تھا جو اس وقت مولوی محمد علی صاحب کور ان کے رفقا پیش کر رہے ہیں ؂

اس پر اس غرض سے کہ مولوی محمد علی صاحب کی سابقہ تحریرات بھی ساتھ ہی معزز ناظرین کے سامنے آجائیں۔ "الفضل" میں مولوی صاحب کی بعض سابقہ تحریرات کو پیش کرکے خود مولوی محمد علی صاحب کو اور نیز ایڈیٹر صاحب پیغام کو توجہ دلائی گئی۔ کہ ان پر کسی قدر روشنی ڈالیں۔ مگر افسوس ہے۔ کہ اس پر بھی وہی مغالطہ دینے والا طریق اختیار کیا گیا۔ اور بجائے اس کے کہ مولوی صاحب کی ان تحریرات پر کچھ لکھا جاتا۔ ان کی طرف سے بکلی خاموشی اختیار کرکے جوابی طور پر ایک سلسلۂ مضامین زیر عنوان "عقائد باطلہ کی نیرنگیاں" شروع کردیا گیا جس میں سراسر جھوٹ اور دھوکہ دہی سے کام لے کر یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ گویا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالے کے عقائد میں کئی تبدیلیاں ہوئی ہیں ؂

پیشتر اس کے کہ پیغام کی ان نیرنگیوں کی حقیقت کو آشکارا کیا جائے۔ یہ بتادینا ضروری ہے۔ کہ اصل سوال کو چھوڑ کر پیغام کو یہ راہ کیوں اختیار کرنا پڑی۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب کی سابقہ تحریرات متعلقہ مسئلہ نبوت کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں اور وہ ان کا جواب دے بھی کیا سکتا ہے۔ جبکہ خود مولوی محمد علی صاحب سے ان کا کوئی جواب اب تک نہیں بن آیا۔ جسے اگر ان تحریرات کی بابت آپ نے یہ جواب دے کر ہمیشہ کے لئے ان سے اپنی جان چھڑانی چاہی۔ کہ "میری یا زید یا بکر کی تحریر کوئی حجت شرعی نہیں"۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ اگست ۱۹۱۵ء میں ایک رسالہ بنام "تبدیلیٔ عقائد مولوی محمد علی صاحب" شایع ہوا۔ جس میں مولوی صاحب کی تحریرات سے ثابت کیا گیا تھا۔ کہ وہ پہلے مسئلہ نبوت کے متعلق وہی عقیدہ رکھتے تھے۔ جو جماعت احمدیہ اور جماعت کے "پیشرو" اور "واجب الاطاعت لیڈر" حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالے کا ہے۔ اس کے جواب میں مولوی صاحب نے انہی ایام میں ایک ٹریکٹ دس ورقی چھوٹے سائز پر شایع کیا جس میں متفرق امور کے علاوہ چار جواب دئے۔ اول "خاموش کُن جواب"۔ دوسرا النبوۃ فی الاسلام میں تفصیلی جواب دینے کا وعدہ۔ تیسرا اجمالی جواب۔ اور چوتھا الزامی جواب ؂

سب سے پہلا اور سب سے بڑھکر زبردست جواب جو رسالہ تبدیلیٔ عقیدہ کا مولوی محمد علی صاحب نے دیا۔ وُہ یہ تھا۔ کہ

(۱) "میاں صاحب اور اُن کے مریدین نے ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ اور من اظلم ممن کتم شہادۃ عندہ من اللہ کے ماتحت۔ آثم اور اظلم بننے کو آسان سمجھا۔ مگر شہادت حقہ کی ادائیگی کو موت سے بدتر سمجھکر اس کے ادا کرنے سے انکار کیا"۔

(۲) "ان سیاہ باطن ظالموں نے اتنا بھی نہ دیکھا۔ کہ ہمارا یہ طریق ان لوگوں کے نقش قدم پر تو نہیں۔ جو حضرت مسیح موعود کو کافر کافر پکارتے جاتے تھے"۔

(۳) "اے احمدی قوم کے بزرگو! خوب غور کرو۔ کہ تم میں یہ گروہ انھیں کا جانشین تو نہیں پیدا ہوگیا۔ جن کو تم کل تک شر من فی الارض کہتے تھے۔ ان کور باطنوں کو .... بلاکر پوچھو۔ کہ تمہارا ایسی جرأت کرنا تمہیں خدا کی لعنت کا مورد بنائے گا۔ یا نہیں"۔

(۴) "یہ گروہ دنیا کو دھوکا دینے والا قرار پاتا ہے"۔

(۵) "یہ پیر باطل کا حامی ہے"۔

(۶) "یہ کتاب غیر احمدی پبلک کو دھوکہ دینے کے لئے لکھی تھی۔ اور سلسلہ کے دیگر بزرگ بھی اس فریب دہی میں شامل تھے"۔

(۷) "کیا یہ محض غیر احمدیوں کو دھوکہ دینے کے لئے لکھی گئی تھی"۔

(۸) "میں مولوی صاحب (مؤلف رسالہ تبدیلیٔ عقائد مولوی محمد علی صاحب) سے پوچھتا ہوں۔ کہ ...... کیا میں آپ کو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے الفاظ میں مخاطب کروں۔ (جس کی تفصیل خود مولوی محمد علی صاحب کے اپنے الفاظ میں یہ ہے کہ "کیا یسوع اپنے مخالفوں کو بیوقوف۔ جاہل۔ منافق اور ہر طرح کی بدیوں سے بھرے ہوئے نہیں کہتا تھا۔ اور پھر کنایۃً ان کو گدھے بھی کہا۔ اور کتوں اور خنزیروں سے مشابہت دی۔ پھر ان کو سانپوں کے بیٹے کہا۔ اور بالآخر بدکار اور حرامکار تک بھی کہدیا"۔ ریویو اردو جلد سوم صفحہ ۱۰۲) یا ان الفاظ میں جن میں مسیح موعود نے "فرقہ مولویان" کو مخاطب کیا ہے"۔ (یعنی بدذات)

(۹) "ایک ایسی لغو حرکت ہے۔ جس کا مرتکب یا تو ایک ایسا غبی ہوسکتا ہے۔ .... اور یا پھر ایک حد سے زیادہ چالاک آدمی جو اپنی چالاکی سے لوگوں کو دھوکہ میں رکھنا چاہتا ہے۔ اور تلبیس سے کام لیتا ہے کیونکہ حق و باطل کا الگ ہوجانا اس کی اغراض کے منافی ہے"۔

(۱۰) "آج نادان دوست۔ ان دشمنوں سے بھی آگے قدم اُٹھاکر .... وہی الزام حضرت مسیح موعود پر دیتے ہیں"۔

(۱۱) "دُنیا کو دھوکہ دے رہے ہیں"۔

(۱۲) "وُہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے اور حق و باطل میں تلبیس کرنے کے لئے تو تمہارے کام آسکتا ہے"۔

(۱۳) "اگر باوجود اس صراحت کے تلبیس سے کام لیتے چلے جاؤگے۔ تو بیشک کچھ لوگ تمہارے دام میں پھنسے رہیں گے۔ جو خود حق و باطل میں تمیز کرنا نہیں جانتے یا جانتے ہیں۔ تو کرنا نہیں چاہتے۔ یا چاہتے تو ہیں۔ مگر بیعت کے رسن میں اپنے آپ کو جکڑا ہوا پاتے ہیں۔ مگر خدا کے نزدیک اس تلبیس کے تم ضرور ذمہ وار قرار دئے جاؤگے"۔

(۱۴) "آج ان باتوں سے انکار کرنا ان کی روسیاہی کا موجب ہی نہیں۔ بلکہ قریب ہے۔ کہ اسی انکار کا اصرار کرکے ان کے دل سیاہ ہوجائیں۔ اور وُہ خدا کی لعنت کے نیچے آجائیں۔ اور کفرتم بعد ایمانکم کا مصداق ثابت ہوں"۔

(۱۵) "ایک کتاب میر قاسم علی جس نے اب فحش گوئی۔ دریدہ دہنی اور بے حیائی میں اول نمبر حاصل کیا ہے۔ لکھتا ہے"۔

(۱۶) "دوسرے درجہ پر میاں صاحب کے استاد مولانا مولوی سرور شاہ ہیں .... امید ہے۔ کہ ایک تین لڑی کی قسم سے اپنے پیر بھائیوں کو یقین کامل کرادینگے .... اس مولویانہ تھیلی میں سے جو فتوے چاہو۔ مُوکد بحلف نکال لو ...... کونسی بات ہے۔ جو عند الضرورت یہاں سے نہ نکل آئے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا ایمان نہایت مضبوط ہے۔ یہی دین اسلام کے رکن ہیں۔ کہ جیسے کسی وقت ان کو ضرورت پڑتی ہے۔ ویسے ہی اُن کا مذہب بھی بدلتا رہتا ہے۔ اس رکابی مذہب کا نقشہ اس مثل میں خوب کھینچا گیا ہے۔ کہ ایک دن ایک نواب صاحب بینگن کی بڑی تعریف کر رہے تھے۔ مصاحب نے یہ دیکھ کر اس کی تعریف میں پُل باندھ دئے۔ اس تعریف پر عاشق ہوکر نواب صاحب زیادہ بینگن کھا بیٹھے۔ تو تکلیف ہوئی۔ اگلے دن آپ نے بینگن کی مذمت شروع کی۔ تو وہی مصاحب فرمانے لگے۔ کہ بینگن جیسی بُری چیز ہی کوئی دنیا میں نہیں ہے

کسی شخص نے الگ ہو کر پوچھا۔ کہ میاں یہ کیا بات ہے۔ کل تم بینگن کی اس قدر تعریف کر رہے تھے۔ آج نواب صاحب نے مذمت شروع کی۔ تو آپ نے بھی مذمت شروع کر دی ہے۔ جواب میں فرمایا۔ کہ ہم تو نواب صاحب کے ملازم ہیں۔ بینگن کے ملازم تھوڑا ہی ہیں۔ سو ہمارے مولانا صاحب تو اس کی شہادت دینگے جس کے ملازم ہیں۔ ایسی حالت میں کسی کو مرتد یا منافق ٹھیرا دینا تو ان کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہونا چاہیئے۔ اور ہے بھی۔"

(۱۷) "تیسرے نمبر پر اس سلسلہ کے مشہور اخبار نویس اور واعظ مفتی محمد صادق صاحب ہیں۔ خدا جانے اخبار بدر میں کیا کچھ ان کے زمانہ میں نکلتا رہا۔ اب اسکو کون دیکھتا پھرے۔ غرض تو صرف اس ڈرامہ میں ایک پارٹ پلے کرنا ہے۔ جیسی ضرورت دیکھی۔ کر لیا۔ ایک طرف تو وہ نظارہ کسی شخص کے سامنے ہو۔ جب لاہور میں آپ فرضی خلافت کی تائید میں پارٹ پلے کر رہے تھے۔ اور ایک عجیب سماں بندھا ہوا تھا۔ کہ ہر چند منٹ کے بعد ایک ہاتھ "دو منکران خلافت"۔ کی فرضی خیام گاہ کی طرف اٹھتا تھا۔ اور فرمایا جاتا تھا۔ کہ یہ لوگ پکڑنے کے قابل ہیں۔ جلد عذاب کے فرشتے ان کو آکر پکڑ لیں۔ ایسا نہ ہو۔ کہیں غلطی میں ہم ہی پکڑے جائیں۔ اور ارشاد ہوتا تھا۔ کہ ان کا گناہ بہت بڑا ہے۔ کیونکہ انھوں نے بول نہیں کیا۔ دول نہیں کیا۔ بالفاظ دیگر انھوں نے نہ قادیان کی خاطر حق کو چھوڑا۔ نہ مقبرہ بہشتی میں جانے کے لئے دوزخ کو مول لیا۔ نہ بیگار بھگت کر لنگر کی روٹیاں کھائیں۔ نہ شیخ کے بیٹے کی پوجا کی۔ بہر حال کسی وقت یہ مولانا ایک اور پارٹ پلے کیا کرتے تھے۔"

(۱۸) "آج جب محمود اور مرزا صاحب ایک۔ مرزا صاحب اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک۔ (" محمد رسول اللہ اور خدا ایک" کا مرتبہ شائد ابھی طے کرنا باقی ہے) تو جزو کل کیوں نہ ہو جائے۔ ادھر پیر کا اعلان ہوا۔ ادھر جزو کا کل بن گیا۔ یہ وہ معجزہ ہے۔ جو آجتک کسی نبی نے نہیں دکھایا۔ گو بعض پیروں کی نسبت مشہور ہے۔ کہ وہ چیزوں کی خاصیت کو بدل دیتے ہیں۔ اور شراب کا پیالہ انکے ہونٹوں سے لگتے ہی دودھ بن جاتا ہے۔"

(۱۹) "معلوم ہوتا ہے۔ کہ صرف پبلک کو دھوکا دینے کے لئے شائع کیا جاتا تھا۔"

(۲۰) "دوسروں کو منافق ٹھہراتے ٹھہراتے آپ سچے منافق ہی نہیں بلکہ ساتھ ہی لوگوں کو خطرناک دھوکا دینے کے الزام کے نیچے آتے ہو۔"

(۲۱) "اس زہر کے پیالے کو میلوں حوالوں سے ٹالتے ہیں۔ ان کے ہاتھ بدر میں کٹ چکے ہیں۔"

(۲۲) " ولکم الویل مما تصفون "

مذکورہ بالا فقرات جو جناب مولوی محمد علی صاحب کے ایک چھوٹے سائز کے صرف دس ورقی ٹریکٹ میں سے لئے گئے ہیں۔ مولوی صاحب کی "نیکی اور پارسائی"۔ "وقار کیرکٹر" اور "ایک بڑا باخدا انسان" ہونے کا نمونہ ہیں۔ معلوم نہیں۔ یہ باتیں مولوی صاحب نے کہاں سے سیکھی ہیں ہم ان گالیوں کے جواب میں بجز اس کے کچھ نہیں کہنا چاہتے۔ کہ نہ تو مولوی محمد علی صاحب یا ان کا کوئی حمایتی یہ ثابت کر سکتا ہے۔ کہ انھوں نے گالیوں کے جواب میں دفاعی طور پر یہ گالیاں دی ہیں۔ کیونکہ رسالہ تبدیلی عقائد مولوی محمد علی صاحب میں جس کے جواب میں انھوں نے یہ گالیاں دی ہیں۔ کوئی ایک لفظ بھی خلاف تہذیب نہیں دکھایا جا سکتا۔ اور نہ ہی مولوی صاحب کوئی عدالت کی کرسی پر بیٹھے تھے۔ تا یہ سمجھا جا سکے۔ کہ انھوں نے نیک نیتی سے کسی ایک فریق مقدمہ کی حقیقی حیثیت کو ظاہر کرنے کے لئے ویسے الفاظ کا استعمال کرنا جائز اور اپنا حق تصور کیا۔ بلکہ بجز اس کے کوئی وجہ ان گندی اور فحش گالیوں اور تمسخر اور استہزا کی نہیں ہو سکتی۔ کہ وہ ان اپنی سابقہ تحریروں کا کوئی جواب نہ پا کر بے بس ہو گئے۔ اور اپنی طبیعت کو قابو میں نہ رکھ سکے۔ اور آپے سے باہر ہو گئے۔ اور ضبط کی تاب نہ پا کر اپنے اندرونہ کو ظاہر کرنے پر مجبور ہو گئے۔ غرض رسالہ کا سب سے پہلا اور خاموش کن جواب جو آپ نے دیا۔ وہ یہ ہے جس کا نمونہ اوپر درج کیا گیا ہے۔

خاکسار محمد اسمٰعیل قادیان

حضرت مسیح موعود کی صریح مخالفت

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی طرف سے

اخبار "پیغام صلح" مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۸ء پڑھنے سے معلوم ہوا۔ کہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے بھی ولادت مسیح کے متعلق خامہ فرسائی شروع کی ہے۔ اور یہ ثابت کرنے کی بے ہودہ کوشش کی ہے۔ کہ حضرت مسیح ناصری کی ولادت باپ کے ذریعہ ہوئی تھی۔ اگرچہ یہ نہایت ہی دیدہ دلیری اور گستاخی میں شامل ہے۔ کہ جس بات کا فیصلہ حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کے قلم سے ہو چکا ہے۔ اور کئی تحریروں میں حضور نے فرمایا ہے۔ کہ مسیح ناصری کی پیدائش بغیر باپ تھی! اور یہ بطور نشان کے تھی! اسے نہ مانا جائے تاہم۔ ڈاکٹر صاحب اپنے امیر کی ہاں میں ہاں ملانے کی خاطر جو کچھ بھی کر گذریں کم ہے۔ مسئلہ تکفیر اہل قبلہ اور حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت پر جو حاشیے چودہ سال سے ان لوگوں کی طرف سے چڑھائے جا رہے ہیں۔ ان کو ابھی تک اپنی ملمع سازی سے درست نہیں ثابت کر سکے اور نہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اب اس موضوع پر بھی قلم اٹھا کر جس پر کل مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ منہ کی کھائینگے اگرچہ حضرت مسیح موعودؑ کے فیصلہ جات کو جو حضورؑ نے حکم اور عدل ہو کر صادر فرمائے۔ یہ لوگ ٹھکراتے ہوئے ذرا خوف خدا نہیں کرتے۔ جیسا کہ مسئلہ نبوت میں اور کفر و اسلام میں ان لوگوں نے کر کے دکھلا دیا ہے۔ مگر اس خیال سے کہ شائد کوئی سعید روح نکل آئے۔ اور فائدہ اٹھا لے۔ میں ایک حوالہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ جس میں حضور علیہ السلام نے اس بات پر اپنا ایمان ظاہر فرمایا ہے۔ کہ مسیح ناصری بغیر باپ پیدا ہوئے۔ اور یہ ایک نشان تھا۔ جو یہودیوں کو بوجہ ان کی شرارتوں کے ان کے خاندان سے سلسلہ نبوت کو چھیننے کے لئے مقرر کیا گیا۔ اخبار الحکم جلد ۵۔ نمبر ۱۴ مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ الفاظ شائع ہو چکے ہیں "قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پیغمبر خدا ؐ کو اللہ تعالےٰ نے مثیل موسےٰ پیدا کیا ہے۔ بات یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ایک سلسلہ پیدا کرتا ہے۔ پھر جب اس سلسلہ پر ایک دراز عرصہ گذرنے کے بعد ایک قسم کا پردہ سا چھا جاتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ اس کے بدلے میں اور سلسلہ اسی رنگ میں قائم کرتا ہے۔ قرآن شریف سے دو سلسلوں کا پتہ لگتا ہے۔ اول بنی اسرائیل کا سلسلہ جو موسےٰ سے شروع ہوا۔ اور حضرت عیسیٰؑ پر ختم ہو گیا۔ چونکہ یہود کی بد اعمالیاں حد تک پہونچ گئی تھیں۔ اور ان میں یہاں تک شقاوت اور سنگدلی پیدا ہو گئی تھی۔ کہ وہ انبیاء کے قتل تک مستعد ہوئے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے غضب کی راہ سے اس سلسلہ کو جس میں ملوک اور انبیاء تھے۔ حضرت عیسیٰ پر ختم کر دیا۔ میں ہمیشہ سے اس بات پر ایمان رکھتا ہوں۔ کہ حضرت عیسیٰؑ بے باپ پیدا ہوئے تھے۔ اور اُن کا بے باپ پیدا ہونا ایک نشان تھا۔ اس بات پر کہ اب بنی اسرائیل کے خاندان سے نبوت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اُن کے ساتھ وعدہ تھا۔ کہ بشرط تقویٰ نبوت بنی اسرائیل کے گھرانے سے ہوگی۔ لیکن جب تقوےٰ نہ رہا تو یہ نشان دیا گیا۔ تا کہ دانش مند سمجھ لیں۔ کہ اب آئندہ اس سلسلہ کا انقطاع ہوگا۔"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس صاف اور صریح فیصلہ کے خلاف آواز اٹھانے والے امیر اور اس کے وزیر بے تدبیر کی احمدیت کی حقیقت ظاہر ہے۔

محمد امین از جموں

پاک پٹن میں کامیاب مباحثہ

۲۱۔ اکتوبر ۱۹۲۸ء ۳ بجے تا ۶ بجے شام مزار حضرت بدر دیوان صاحب واقعہ اندرون شہر پاک پٹن کے صحن میں مجلس مباحثہ منعقد ہوئی۔ مسئلہ حیات و ممات مسیح ناصری زیر بحث تھا۔ حکیم عبد العزیز صاحب غیر احمدیوں کی طرف سے مباحث اور مناظر تھے اور خاکسار احمدیوں کی طرف سے۔ حکیم صاحب کو ناز تھا۔ کہ وہ حضرت مرزا صاحبؑ کی کتب سے حیات مسیح ثابت کر سکتے ہیں۔ اس لئے انھوں نے با صرار یہ شرط لازمی رکھی۔ کہ قرآن شریف اور احادیث اور سلف صالحین کے اقوال کے حوالوں سے اس موضوع پر اشارتاً اور کنایتاً کوئی تقریر نہ ہوگی۔ سوائے اس کے جو حضرت مرزا صاحبؑ نے اس موضوع پر لکھا ہوگا۔ اور اسی مسئلہ پر مرزا صاحب کی کتابوں سے تمام دلائل دئے جائیں گے۔ اور مرزا صاحب کا فیصلہ بھی منظور ہوگا۔ ہر ایک فریق کے لئے دس دس منٹ تقریر کے لئے مقرر تھے۔ حکیم صاحب موصوف نے براہین احمدیہ کے حوالوں سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح ناصری مرزا صاحب کے نزدیک آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں۔ خاکسار نے ازالہ اوہام حقیقۃ الوحی چشمہ معرفت اور تحفہ غزنویہ اور کشتی نوح وغیرہم کتب حضرت مسیح موعود میں سے ثابت کیا۔ کہ حضرت مسیح ناصری حضرت مسیح موعود کے نزدیک وفات یافتہ ہیں۔ اور آخر وقت تک آنحضور کا یہی اعتقاد رہا اور اب بھی جماعت احمدیہ کا یہی اعتقاد ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اس تناقض کو تسلیم کر کے فیصلہ یہ دیا ہے کہ حضرت مسیح ناصری وفات پا گئے۔ اور آخر دم تک اسی فیصلہ پر قائم رہے۔ اس لئے حسب شرائط مباحثہ حضرت مسیح موعودؑ کا فیصلہ قبول کر لیا جائے۔ مگر فریق مخالف اپنی بات سے پھر گیا۔

خاکسار غلام احمد خان ایڈووکیٹ۔ امیر جماعت احمدیہ پاک پٹن

پیغام بلڈنگس کا "امیر قوم"

سیدنا حضرت محمود کے قدموں پر!

جب مشیت ایزدی نے خلافت کا تاج انہی برگزیدہ افراد کے ہاتھوں سے جنہیں خدا کے پاک نبی کی روحانی تربیت نے تیار کیا تھا۔ سیدنا حضرت محمود کے سر مبارک پر رکھا۔ تو معدودے چند لوگوں نے ابا و استکبار سے کام لیا۔ اور اس شان کے منکر ہو گئے۔ ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنا کر ڈھائی چاول کی کھچڑی پکانے لگے۔ ایک کو ان میں سے زیادہ غلط فہمی ہوئی۔ اور اس نے اعلان کیا کہ میں امیر قوم ہوں۔ مگر گذشتہ چودہ سال کے واقعات نے بتا دیا۔ امامت کا تاج کس کے سر پر سجتا ہے۔ اور کون خدا کا مقرر کردہ خلیفہ ہے۔ کیا یہ سچ نہیں۔ کہ ابتداء میں کہا گیا۔ جو لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر چکے ہیں۔ ان کو پھر بیعت ارشاد کی دعوت دینا بھی مفہوم بیعت کی تضحیک ہے۔ اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد بے اختیار ہو کر ایک تقریر میں کہہ دیا۔ کہ جب تک بیعت نہ لی جائے۔ عہد پختہ نہیں ہوتا۔ اور کام کرنے کی توفیق نہیں ملتی۔ پھر کہا گیا۔ الگ جماعت بنانا مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا ہے۔ حتیٰ کہ احمدی کہلانے سے بھی احتراز کرنے لگے۔ اور اغیار میں جذب ہو کر کام کرنے میں اپنی کامیابی دیکھنے لگے۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ماننا پڑا۔ کہ جب تک اپنی جماعت الگ نہ ہو اور اس کو خاص امتیاز نہ ہو۔ ترقی نہیں ہو سکتی۔ پھر یہ بھی ماننا پڑا کہ ہم نے اپنی جماعت بڑھانے کی طرف توجہ نہیں کی۔ جس کا خمیازہ اٹھا رہے ہیں۔ ہماری قوت کمزور ہو رہی ہے۔ اپنے اپنے ہی ہیں۔ اور بیگانے بیگانے۔ غیروں پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ خیر یہ تو پرانی باتیں ہیں۔ انہی دو سالوں کے واقعات کو لیجئے۔ کس طرح پر مصنوعی امیر حقیقی امام کے تتبع پر قدم بقدم مجبور رہا ہے۔ ہندو مسلم فسادات کو روکنے اور اس جذبہ تحقیر کو کم کرنے کے لئے جو بعض اشرار اپنی خاص اغراض کے ماتحت اسلام اور بانی اسلام علیہ السلام کے خلاف پھیلا رہے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے خطبہ پڑھا۔ اور بتایا۔ کہ اس کا علاج صرف یہی ہے۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاکیزہ سوانح سے بچے بچے کو واقف کر دیا جائے۔ چنانچہ یہ مبارک تجویز بہت پسند کی گئی۔ اور اکناف عالم میں اس کو وہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ کہ دشمن کو بھی اقرار کرنا پڑا۔ اور اس وقت کسی گروہ نے بحیثیت گروہ اس کی مخالفت نہیں کی۔ بلکہ اکثر تو ممد و معاون رہے۔ سوا پیغام والوں کے لیکن ابھی ایک سال گذرنے نہیں پایا۔ جو پیغام بلڈنگس کا امیر وہی الفاظ بولنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ جو حضور نے ارشاد فرمایا۔ اسے کہتے ہیں حق بر زبان جاری۔ اور اسے کہتے ہیں امامت۔ کہ دشمن بھی اقتداء پر مجبور ہو جائے۔ کل تک تو آپ مخالفت پر کمربستہ تھے۔ اسے بچوں کا کھیل قرار دے رہے تھے۔ اسے پبلک کی آنکھوں میں خاک جھونکنا بتا رہے تھے۔ اور آج کہتے ہیں:-

"کسی موقعہ پر صرف یہ آواز بلند کر دینے سے کہ فلاں شخص نے رسول اللہ کی شان میں گستاخی کر کے ہمارا دل دکھایا ہے۔ حقیقتاً کوئی اصلاح نہیں ہوتی۔ ×× اگر ان گستاخیوں کا سدباب کرنا ہے۔ اگر اس ملک میں اشاعت اسلام کے لئے کوئی عملی رستہ کھولنا ہے۔ تو اس کے لئے سب سے بڑھ کر یہ ضروری ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے ضروری حالات کو ہر طبقہ کے لوگوں تک پہنچایا جائے"

(پیغام ۳۰؍ اکتوبر)

غور کرو اور دیکھو کہ یہ کس کے الفاظ ہیں۔ اور آج سے کئی مہینے پیشتر یہ کس نے فرمائے۔ اور آج کس کی زبان پر جاری ہوئے ہیں۔ یہ اس مبارک وجود کی تجویز ہے۔ جسے خدا تعالیٰ نے امامت و پیشوائی خلق کے لئے چن لیا۔ اور آج بے اختیار وہ شخص دہرا رہا ہے۔ جو اس کے خلاف کہتا اور اس کی مخالفت کرنا اپنی زندگی کا مقصد وحید سمجھتا ہے۔

اسی طرح آج سے آٹھ نو سال پیشتر حضرت امام نے یہ ہدایت نافذ فرمائی کہ اپنے اپنے مقدمات و تنازعات قوم ہی کے سامنے پیش کرو۔ اور ان کے فیصلہ کے آگے سر تسلیم خم کر دو۔ اس سے نہ صرف اخراجات بچیں گے۔ بلکہ خوش رسمی بھی ٹھیک ہو گی۔ اس وقت اس پر کھلی اڑائی گئی۔ کہ حکومت کے خواب دیکھتے ہیں۔ گھر ہی میں سب محکمے قائم کر لئے ہیں۔ لیکن آج وہی ہنسنے والے زمانہ کے تھپیڑوں سے مجبور ہو کر حضرت محمود کے قدموں پر گرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ

"اگر کوئی اختلاف کوئی جھگڑے ہم میں پیدا ہوں۔ تو ان کو بڑھانے کی بجائے قوم کے ذریعہ سے طے کر لینا چاہیئے۔ ×× ×× تمام جھگڑے آسانی سے طے ہو سکتے ہیں۔ کوئی ذاتی کوئی مالی اختلاف ہو۔ اسے زیادہ بڑھانے کی بجائے قوم کے ذریعہ سے طے کر لے"

(پیغام ۳۰؍ اکتوبر خطبہ جمعہ فرمودہ مولوی محمد علی صاحب)

گو یہ امر قابل تعجب ہے۔ کہ دوسروں کو یہ نصیحت کرنے والے خود کیوں اس پر عامل نہیں ہوتے۔ اور الفضل کو مقدمہ بازی کے نوٹس پر نوٹس دے رہے ہیں۔ تاہم یہ تو ثابت ہو گیا۔ کہ آخر یہی کہنا پڑا جو خدا کے مقرر کردہ خلیفہ۔ مسلمانوں کے سچے امام نے آٹھ نو سال پیشتر فرمایا۔ اور نہ صرف فرمایا بلکہ اس پر عمل درآمد شروع کرا دیا۔ ابھی چند روز کی بات ہے۔ جب ہم پر یہ الزام لگایا گیا کہ ہم نے معاہدہ ڈلہوزی کو توڑا ہے۔ اور ہماری طرف سے بدزبانی کی جاتی رہی ہے تو حضور نے بڑی وضاحت کے ساتھ اسی اصل کی طرف توجہ دلائی۔ کہ آؤ اپنی جماعت ہی سے چند افراد کو ثالث مقرر کر لیں۔ ان کے نام بھی مشتہر کر دیئے۔ اور ان کے سامنے تمام واقعات اور پیغام و الفضل کے فائل رکھ دیں۔ اور جو فیصلہ وہ دیں سب منظور کر لیں۔ لیکن تعجب ہے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب نے اس تجویز کا نہ تو کوئی نقص بتایا۔ (اصولی طور پر تو اب بھی اسے نہ صرف تسلیم کیا جا رہا ہے بلکہ اپنے زیر اثر لوگوں میں جاری کر رہے ہیں) اور نہ اس پر عمل کے لئے آمادگی ظاہر کی۔ شاید مصنوعی امارت کے لئے یہ بھی ضروری ہوتا ہے۔ کہ جو وہ کہے۔ وہ کرے نہیں۔ بہرحال ہمیں خوشی

مسلمانوں کیلئے چھوت کی ضرورت

ہندوؤں کی انتہائی نفرت

ہندوؤں کے خود ساختہ مسئلہ چھوت نے غیر ہندو اقوام کی اقتصادی حالت پر نہایت خطرناک کاری ضرب لگائی ہے۔ مسلمان جو پہلے ہی اقتصادیات سے ناآشنا تھے اس ضرب کو برداشت نہ کر سکے۔ اور برادران وطن کے ہاتھوں نیم مردہ ہو گئے۔ اور ہر رنگ میں ان کے دست نگر بن گئے۔ حضرت امام جماعت احمدیہ نے حالات کی نزاکت کو مدنظر رکھتے ہوئے مسلمانوں کو تلقین کی۔ کہ وہ بھی اسی طریق عمل کو اختیار کریں تا جہاں ان کی قوم کا روپیہ ان کی قوم کے پاس رہے۔ وہاں ان میں غیرت اور حمیت کے جذبات موجزن ہوں۔ اس نیک تحریک پر ملک نے لبیک کہا۔ اور کوئی بھی قوم پرور انسان اس کو مضر قرار نہیں دے سکتا۔ یہ خود ہندوؤں کا ایک تجربہ شدہ اور نفع رساں طریق ہے۔ اور ان کے لئے بھی مسلمانوں کے اسے اختیار کرنے میں کوئی وجہ پرخاش نہیں ہو سکتی۔ صدیوں سے وہ یہ سلوک مسلمانوں سے کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اور اب بھی اس کو ترک کرنے پر تیار نہیں۔ مگر نہایت افسوس ہے۔ کہ مسلمان کسی ایک بات پر استقلال سے عمل پیرا نہیں ہو سکتے۔ اور دراصل یہی بات ان کی بربادی کا باعث ہے۔ مسلمانوں۔ مسلم پریس اور مسلم لیڈروں نے تھوڑے عرصہ تک اس بات کو چلایا۔ مگر اب پھر وہی حالت نظر آ رہی ہے۔ سوائے جماعت احمدیہ کے بہت کم لوگ اس کی پابندی کرتے نظر آتے ہیں جس کی وجہ سے مسلمان اور زیادہ زیر بار ہو رہے ہیں۔ لیکن ان کے بالمقابل ہندو قوم نہایت سختی سے اس زریں اصول پر کاربند ہے۔ اتحاد ملک دوستی اور برادرانہ تعلقات اس تباہ کن رویہ میں ذرہ بھر تبدیلی پیدا نہیں کر سکتے۔ دیکھو اخبار "بندے ماترم" میں ایسٹ انڈین ریلوے سے شکایات کے ضمن میں لکھا ہے:-

"میں آپ کے نوٹس میں یہ بات بھی لانی چاہتا ہوں۔ کہ لکسر ریلوے سٹیشن پر ہندو ٹی سٹال کا مالک ایک مسلمان ٹھیکیدار ہے۔ جس کے پاس اس سٹیشن پر مسلمانوں کا ٹی سٹال بھی ہے۔ سناتن دھرمی ہندو خیال کرتے ہیں۔ کہ ایسے ٹی سٹال کی چائے ہندوؤں کے اصولوں کے مطابق جائز نہیں ہو سکتی۔ جس کا مالک مسلمان ہو۔ اس لئے درخواست ہے کہ آپ اس سٹیشن پر کسی ہندو ٹھیکیدار کو مقرر کریں" (۲۱؍ اکتوبر)

یہ تحریر مسلمانوں کے متعلق ہندو ذہنیت کا بدترین مرقع ہے۔ صرف ٹھیکیدار مسلمان ہونے سے چائے پلید ہو جاتی ہے۔ حالانکہ چائے بنانے والے ہندو ہیں۔ کیا مسلم کی حمیت مر گئی ہے۔ کہ وہ ہندو کی تیار کردہ اشیاء کا استعمال بے حجابانہ کر رہا ہے؟ مسلمان اگر اپنی قومی و تمدنی زندگی چاہتے ہیں۔ تو انکو بہت جلد چھوت کی پابندی کا تہیہ کر لینا چاہیئے۔

خاکسار ماسٹر اللہ دتا جالندھری